دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی

ماھنامہ

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک (پشاور)

ان اللہ ھو الحق

محترم المقام زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مدت سے احباب کا تقاضا اور اس ضرورت کا احساس رہا ہے کہ دار العلوم سے قرآن وسنت کی تعلیمات کی پرچار، اکابر سلف، اور محقق علماء کے ارشادات وافادات کی اشاعت کیلئے ایک علمی واصلاحی ماہوار پرچہ جاری ہو جس کے ذریعہ عصر حاضر کے دینی واخلاقی فتنوں کا مدلل جواب، الحاد ودہریت کا مقابلہ اور ملت مسلمہ کی دینی رہبری ہو نیز اس کے ذریعہ دار العلوم کا اپنے فضلاء، معاونین اور متعلقین سے رابطہ مضبوط شکل میں قائم رہ سکے۔ اس مقصد کیلئے "الحق" کے نام سے علمی مجلہ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور اس کا پہلا شمارہ خدمت اقدس میں ارسال ہے ــــــ ظاہر ہے کہ ایک خالص دینی پرچہ کی کامیابی کا دار ومدار آپ ہی کے تعاون پر ہے کہ خود بھی اس علمی رسالہ کے خریدار بنیں اور اپنے حلقۂ تعارف میں بھی اس مرکز علمی کے ترجمان کی اشاعت فرمادیں اور جتنا بھی ہو سکے خریدار مہیا فرمادیں۔ براہ کرم علمی ودینی تقاضوں اور دار العلوم سے تعلق اور محبت کی بناء پر اولین فرصت میں اپنے اور اپنے احباب کا سالانہ چندہ خریداری ارسال فرمادیں کہ پرچہ آپ کے نام جاری رکھا جاسکے۔ یا وی پی بھیجنے کا حکم صادر فرمادیں جواب کا انتظار رہے گا ــــــ چندہ سالانہ مبلغ چھ روپے مینجر ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ کے نام ارسال فرمادیں۔

والسلام

بندہ عبد الحق غفرلہ'

مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (ضلع پشاور)

لہ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماهنامہ الحق اکوڑہ خٹک

سالانہ چندہ مبلغ چھ روپے

فی پرچہ پچاس پیسے

جلد نمبر ا | جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۵ء | شمارہ نمبر ا

فہرست مضامین

سمیع الحق (استاد دارالعلوم حقانیہ) طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

افتتاحیہ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ علیٰ خاتم الرسالۃ

ہم کن الفاظ سے اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ستائش کریں جس کی لازوال عظمت و کبریائی کے گیت سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ زبان حال و قال سے گونج رہا ہے۔ اور جس کی شایانِ شان حمد و شکر سے قدسی ارواح اور اولوالعزم انبیاء تک نے عجز و درماندگی کا اعتراف کیا۔ وہ اب رحیم و کریم جس کی نعمتوں اور رحمتوں کی پیہم بارش سے ساری دنیا فیض پا رہی ہے۔ وہ ربِ علیم و حکیم جس نے بالآخر اولین و آخرین کی سب سے افضل و برگزیدہ شخصیت رحمۃ للعالمین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل میں اپنے احسانات و اکرامات کی تکمیل فرمائی جس نے اپنی ربّانی تعلیمات سے تمام عالمین کو امن و سلامتی اور نورِ مبین کی دولت سے نوازا اور جس کے ذریعہ خداوندِ کریم نے معصیت و عدوان، ظلم و فساد کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو عدل و انصاف امن و عافیت، اخلاق و کردار، تہذیب و سیاست کے راستے دکھا کر انسانیت کو دائمی کامرانی و کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔ وہ ذات قدسی صفات جو عالم کے لئے تاقیامت اس کے خالق کے آخری پیغام اور آخری دین "اسلام" کا مشاد و علمبردار بنایا گیا جس کے لاہوتی کلمات اور ربّانی اعمال، خدائی لائحہ عمل سے اس وقت بھی شر و فساد سے بھری ہوئی دنیا کو چین و سکون کی نعمت ملی۔ اور آج بھی اس امت بلکہ روئے زمین کے تمام باشندوں کی بے چینی اور اضطراب، درد و کرب، انتشار و لامرکزیت کا علاج و اصلاح صرف اور صرف اسی کے انفاسِ قدسیہ اور تعلیمات ہی سے ممکن ہے۔ کیا خوب فرمایا امام مالک علیہ الرحمۃ نے کہ

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔	اس امت کے آخری طبقہ کی اصلاح انہی طور طریقوں سے ممکن ہے جن سے اس امت کے طبقۂ اولیٰ کی اصلاح ہوئی تھی۔

عالم کیلئے اس رسول برحق علیہ السلام کے ربّانی نسخۂ شفاء کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اس کے رب نے لیا۔ اور ہر نازک دور میں اس ناموس اکبرؐ کے لائے ہوئے دین کو اغیار و اشرار سے محفوظ رکھنے کا انتظام فرمایا۔ یہ اسی وعدۂ ربّانی کا ظہور ہے کہ ہر کٹھن گھڑی میں علماء حق، ارباب عزیمت، ائمہ رشد و ہدایت اور وارثین علوم نبوت دین کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہو کر ہر باطل کے سامنے سینہ سپر ہوتے جو بقول سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ :-

ینفون عن دین اللہ تحریف الغالین	جنہوں نے اہل بدعت کے احداث و تحریف

وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین اور اہل باطل و اصحاب جہل کی تاویل وتلبیس
سے دین خداوندی کی مدافعت کی۔

حضور اقدسؐ کے لائے ہوئے اس پیغام کی ترویج و اشاعت اور معاندین و مخالفین اسلام سے اس کی حفاظت کی تڑپ اور ولولہ کے تحت "الحق" کی اشاعت کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ گو ہم اس راہ میں نووارد، بے کس و بے سروسامان ہیں نہ ذرائع ہیں نہ وسائل نہ تجربہ ہے اور نہ مادی اسباب ــــــ بس صرف اس خدائے کریم کی بے پایاں نعمتوں اور رحمتوں کا سہارا ہے جس کے بھروسہ پہ ہم صحافت و اشاعت کی اس سنگلاخ وادی میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اور اس کی دستگیری و توفیق اور رہنمائی کے طلبگار ہیں ؎

بہائے خویش می دانم بہ نیم جو نہ می ارزد اگر مولیٰ کرم سازد بہایم بے بہا گردد

جن حالات سے آج ملت مسلمہ دوچار ہے۔ اور دین قیم جس کس مپرسی اور غربت کا شکار ہو رہا ہے وہ کسی لمبی چوڑی تفصیل کی محتاج نہیں۔ پورے ملک بلکہ پورے عالم اسلام میں اس دین متین ہی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر ہدف "تحقیق و تنقید" بنایا جا رہا ہے جس کی حفاظت و بقار کیلئے ہمارے اسلاف نے جان کی بازی لگائی۔ اور جس کی دعوت و تبلیغ کے لئے رات کا سکون، دن کا چین اور زندگی کی ہر آسائش کی قربانی دی۔

عملی لحاظ سے ملت ابراہیمی آج تمام ہولناک نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر یورپ کی حیوانی تہذیب و تمدن کی بھٹی میں بے تحاشا کودتی چلی جا رہی ہے اور اسکی ظاہری چمک دمک سے دل و دماغ تو کیا پورا کردار و معاشرہ مغربی بنتا جا رہا ہے۔ اور مادیت کے عفریت نے ملت محمدی کی روح کو کمزور و مضمحل کر دیا ہے۔ گویا یہی وقت ہے کہ پکارا جائے کہ

یا ناعی الاسلام قم فانعہ قد زال عرف وبدا منکر

حاملین و وارثان علوم نبوت بلکہ حضور ختمی رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نام لیواؤں کا اولین فریضہ ہے کہ علم و عمل، اسباب و وسائل کی ساری توانائیوں کو لیکر دین برحق کی فروغ و اشاعت اور تعلیمات نبویہ کی ترویج و تبلیغ کی راہ میں لگا دیں اور اسے اپنوں اور بیگانوں کی دست درازیوں سے محفوظ رکھیں تاکہ انسانیت حاضرہ اور آئندہ نسلوں کیلئے ہدایت و اصلاح کا یہ نسخۂ شفار و اکسیر ہدایت جو بشکل قرآن و سنت موجود ہے محفوظ رہے۔

اسی عزم و تڑپ اور اسی درد و جذبہ سے دین کے دردمند احباب و معاونین کے تعاون و سرپرستی کی امید لیکر اس عظیم کام کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ تاکہ عہد سعادت خیر القرون اور حضور اقدسؐ کے ارشاد "ما انا علیہ واصحابی" کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کی مسلک اور دینی اقدار کی حفاظت و ترویج ہو اور حضرت حکیم الاسلام امام الہند شاہ ولی اللہ الدہلوی سیدنا الامام الشیخ احمد السرہندی مجدد الف ثانی۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فقیہ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی و دیگر اکابر (قدس اسرارہم) کے مشرب اور طریق کار

کے مطابق امّتِ مسلمہ اور عصرِ حاضر کی مادیت زدہ انسانیت کو اسلام اور اسلامی اقدار و کردار کی دعوت دی جائے اور امت محمدیہ کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے صحیح شکل میں روشناس کرایا جائے اور کتاب و سنت کی روشنی میں عالم اسلام کے دینی مسائل کا حل اور عصر حاضر کی دینی و علمی اور عملی فتنوں کا انسداد ہو سکے اور دین کے متواتر و متوارث قطعی احکام و نصوص، مسائل و مصطلحات کو مسخ و تحریف سے محفوظ رکھا جاسکے۔ نیز اکابرین امت کے وہ علم پرور محققانہ مقالات اور ایمان آفرین ارشادات اور ارباب تقویٰ و عزیمت کے وہ درخشندہ کارنامے شائع ہوتے رہیں جس سے مسلم معاشرہ کی خرابیوں اور مغربی تہذیب و تمدن کی تباہ کاریوں کا علاج اور تدارک ہو سکے اور جو مسلمانوں میں جذبۂ ایمان، خوفِ خداوندی کی بیداری اور ہمارے ملک پاکستان کی دینی اور مادی ترقی و استحکام میں معید ثابت ہوں۔ ان عزائم اور امیدوں میں ہم کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں یہ محض فضلِ خداوندی اور مؤقر قارئین کے تعاون پر ہے کہ وہ اس دینی ترجمان کی علمی و مالی، قلمی و فکری ہر طرح سرپرستی فرمادیں۔

حسنِ اتفاق سے "الحق" ایسے وقت میں شرمندۂ وجود ہو رہا ہے کہ ہمارے ملک کی سرحدات اور کشمیر میں حق، باطل سے برسرِ پیکار ہے۔ اور ہماری قوم کی مجاہد فوجیں مومنانہ عزم و حوصلہ اور مجاہدانہ جوش و خروش سے بھارت کے دیو استبداد و استعمار کو پیوندِ خاک کر رہی ہیں۔ دشمن کی ظاہری تعداد و قوت کے مقابلہ میں صرف نصرتِ خداوندی اور مسلمانوں کا ایمانی جذبہ اور اسلامی روح ہی ہے جو ہماری کامیابی و کامرانی کا باعث ہو رہی ہے۔ اس جنگ سے یہ حقیقت اور بھی کھل کر سامنے آئی ہے کہ اس ملک کی بقاء و استحکام صرف اس میں ہے کہ یہ ملک قوانین قرآن و سنت کی آماجگاہ ہو اور یہاں کا ہر باشندہ طاؤس و رباب کا نہیں بلکہ شمشیر و سنان، ایمان و ایقان، عمل و کردار، عبدیت و اطاعت کا ایک نمونہ و پیکر بن جائے اور اگر ایک طرف اس ملک کی ایک ایک سرحد بلکہ ایک ایک انچ کی حفاظت و بقاء کیلئے جذباتِ جان نثاری مومنانہ سرفروشی اور تیغ و سنان توپ و تفنگ کی ضرورت ہے تو دوسری طرف اس ملک کی داخلی بقاء اور معنوی استحکام اور کامیابی کیلئے اسلامی دعوت و تبلیغ تعلیم و تربیت، تصنیف و تالیف، قلم و قرطاس بھی ناگزیر ہے جس کی مدد سے اس ملک کی ان لادینی سرگرمیوں کا مقابلہ کیا جا سکے جو مسلمانوں کے انتشار و افتراق اور دلآزاری اور دین سے بیزاری کا باعث بن رہی ہیں۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ ہمارا یہ ملک حضورؐ کے اسوۂ حسنہ اور اسلام کی دولت سے مالامال ہو کر عہدِ حاضرہ کے ہر باطل نظام، ہر شیطانی آواز، استعمار و استبداد اور طاغوتی طاقتوں کی سرکوبی کا آہنی قلعہ اور اعلاءِ کلمۃ الحق، قرآن و سنت کی احیاء و ترویج اور اللہ کے آخری پیغام، اسلام کی دعوت و تبلیغ کا مضبوط ترین مرکز ثابت ہو۔ الحق کے نام سے حق کی یہ کمزور و ناتواں آواز انہی آرزوؤں سے اٹھائی جا رہی ہے۔ کیا عجب، ربِ کریم کی نصرت و حمایت سے یہ ضعیف و نحیف آواز دعوتِ حق، اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اس ملک کی ترقی و فلاح و اصلاح کا ذریعہ بن جائے کہ ان اللہ ھو الحق ولہ دعوۃ الحق وما توفیقی الا باللہ۔

سمیع

پیغامات و دعوات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان کراچی

آپ کے ماہنامہ "الحق" کی بشارت سے بے انتہا خوشی ہوئی کیونکہ وقت کی ضرورت ہے اسطرح اگر اپنی جماعت کے چند ماہنامے ہی ہو جادیں تو کچھ تو آواز ملک میں پہنچے گی۔ اس کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ناچیز مضامین کا کوئی حصہ بھیجنے کا انشاء اللہ تعالیٰ انتظام کردں گا۔ الخ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہ شیخ الحدیث ٹنڈوالہ یار (سندھ)

ماہنامہ "الحق" کے ارادہ اشاعت سے بے انتہا مسرت ہوئی میں آجکل کراچی آیا ہوا ہوں۔ الحاد و تحریف اور تجدد کے خلاف علماء کو متحدہ مساعی سے مقابلہ کرنے کے لئے یہاں "مجلس دعوت و اصلاح" کا افتتاح ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اس مجلس کی طرف سے جو ضروری مضامین شائع ہوں گے وہ آپ کے رسالہ کو بھیج دئے جائیں گے۔

مولانا محمد اشرف ایم۔اے شعبۂ عربی اسلامیہ کالج پشاور

آپ حضرات کا "الحق" کے نام سے مجلہ نکالنے کا ارادہ مبارک وقابل صد ستائش ہے ضرورت ہے کہ باطل کے مقابلہ میں اہل حق اپنی حق کی آواز کو پوری ہمت و حکمت، دلآویزی و دلنشینی کے ساتھ پیش کرتے رہیں ــــ فقیر اپنی گوناگوں مصروفیات اور کوتاہیوں و نابکاریوں کے باوجود خدمت سے انشاء اللہ گریز نہیں کرے گا۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توفیقات سے قلم کو حق کے لئے پیہم رواں دواں فرمادے۔ اور اسے اپنے قرب و رضا اور دین کے احیاء کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

نگاہِ مومن میں جہاد اور شہادت کا مقام

خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی پیش کیجئے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کے ارشادات

(خطبۂ جمعہ ۱۳ر جمادی الاول ۸۵ھ)

مرتبہ ادارہ الحق

خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

محترم بھائیو! دو سو برس بعد مسلمانانِ پاکستان کو خدا نے موقع دیا ہے۔ کہ اللہ کے دین کی بلندی کے لئے علمِ جہاد بلند کریں۔ اس وقت ہمارے مسلمان بھائی محاذوں پہ کفر سے برسرپیکار ہیں۔ اور پوری ملت مسلمہ پاکستانیہ جہاد کو متوجہ ہے۔ گو انگریزوں سے بھی طویل عرصہ تک مسلمانوں نے جنگ آزادی لڑی اور جہاد کیا مگر وہ عدم تشدد کی لڑائی تھی۔ تلوار اور بندوق سے باطل سے ٹکر لینے کا موقعہ خدا نے اب عطا فرمایا ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا موقع میسر ہونے اور توفیق جہاد پہ ہمیں خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے۔

مسلمان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی، عزت اور وجاہت جہاد ہی میں ہے جنت تک پہنچنے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ جہاد ہی ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں شہید کا مقام

شہید کو موت آتے ہی ابدی آرام، سرخروئی اور بارگاہِ خداوندی میں قرب عطا فرمایا جاتا ہے۔ عام مومنین کے ارواح بعد از موت علیین پہنچا دئے جاتے ہیں۔ علیین کی مثال اس مسجد کی طرح ہے کہ پاور ہاؤس سے یہاں بجلی پہنچ رہی ہے۔ پنکھے اور بجلی چلتی ہے۔ اور اس ربط و تعلق کی وجہ سے ہمیں آرام و راحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے۔ کہ مسلمان کیلئے قبر اور برزخ یا علیین ہی میں جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ فیاتیھا من روحھا وریحھا۔

اور وہاں کے برکات و ثمرات اور جنّت کی کیفیات اسے پہنچنے لگتی ہیں۔ اس کے بعد روز قیامت میں حساب وکتاب وغیرہ کے بعد جنّت میں باقاعدہ داخلہ نصیب ہوتا ہے۔ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے کے بعد فوراً جنّت پہنچ جاتا ہے جنّت کی حور اور فرشتے اس کے اعزاز واکرام کے لئے ایستادہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے ارواح عرش سے لٹکے ہوئے قنادیل میں پہنچا دئے جاتے ہیں۔ اور سبز پرندوں کی پوٹلیوں میں بیٹھ کر جنّت کی سیر کرتے ہیں۔ عام مومنین کے لئے بوقت نزع جو شدائد اور تکالیف احادیث میں وارد ہیں شہید کی روح اُس سے بھی محفوظ رہتی ہے، اور اس کو قبض روح کے وقت صرف کقرص النملۃ (چیونٹی کے کاٹنے) کی تکلیف ہوتی ہے اور خوشی خوشی اس کی روح بدن سے جدا ہوجاتی ہے۔ تو اس سے بڑھ کر خوش قسمتی اور سعادت ایک مومن کے لئے کیا ہوگی کہ ابدی زندگی کی سرخروئی اسے نصیب ہو۔ موت تو لازمی ہے۔ اگر گناہوں سے بھری ہوئی زندگی کے ساتھ ہم اللہ کے سامنے پیش ہوں تو کتنی بڑی شرمندگی اور ندامت ہوگی۔ کہ خدائے ذوالجلال نے ماں، باپ۔ مالک و آقا ہر ایک سے بہتر ہماری پرورش کی۔ اس کے انعامات کی نظیر نہیں۔ جان اور جسم اس نے دیا۔ دولت وعزّت۔ جاہ ومال سب کچھ اس نے دیا اور فرمایا کہ چند روزہ زندگی کو آخرت کا ذریعہ بناؤ۔ کچھ کماؤ۔ مگر ہم نے اللہ کی سب نعمتیں اس کی نافرمانی میں خرچ کیں ساری قوتیں ظلم و معصیت اور خدا سے بغاوت میں لگائیں۔ اب جب اللہ کے سامنے پیش ہوگے تو کتنی ندامت اٹھانی پڑے گی۔ جب کہ اس کا ارشاد ہوگا کہ اے غلام میں نے تجھے کس کس طرح نوازا اور تو نے کیا کیا؟ ایسے موقع پر دنیا کی کسی عدالت میں حاضری اور پیشی کے ڈر سے تو ہماری جان نکلتی ہے اور بہت سے لوگ خودکشی کر دیتے ہیں۔ کہ بوجہ ندامت اپنے کو پیشی کے قابل نہیں سمجھتے۔ مگر وہاں خدائے احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہونے سے تو ہمیں موت بھی نہیں بچا سکتی۔ اگر کوئی بچ سکتا تو بڑے بڑے سائنسدان، بادشاہ اور حکمران بچ جاتے۔

اب جو بندہ اللہ کی راہ میں باوجود گنہگار ہونے کے اپنی جان قربان کر دے تو سخی اور کریم آقا اس کو ضرور بخش دے گا۔ اگر اس نے ناسمجھی سے مال و دولت اور زندگی گناہوں میں لگائی ہو۔ لیکن جب روح جیسی متاع عزیز اس کی بارگاہ میں قربان کر دی تو اس کی ساری خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ تو شہادت ایک مومن کے لئے کتنا بڑا ذریعہ نجات ہے۔ اور سعادت و خوش بختی کا مقام ہے۔ یہ جان کو تباہ کرنا نہیں بلکہ گناہوں سے بخشش کا ایک عظیم

ذریعہ ہے۔ حضور اقدسؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی خواہش ظاہر کی حضورؐ نے فرمایا کہ تم کافر ہو شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ بخوشی مسلمان ہوا اور پوچھا کہ اب اگر میں جہاد میں شہید ہو جاؤں تو میری بخشش ہو جائے گی حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ تو ہاتھ سے کھجور کا گچھا پھینکا اور جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے شہید کا درجہ ملا اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ گو اس نے تمام عمر کوئی نیکی نہیں کی مگر ایک شہادت ہی سے آخرت کی کامیابی حاصل کی ـــ

جہاد ہماری دنیاوی مشکلات کا حل ہے

محترم بھائیو! جو قوم بھی جذبۂ جہاد سے محروم ہو تو تھوڑے عرصہ بعد اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ معاشی مسائل بھی مسلمانوں کے حل ہو جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا رزق تلوار اور نیزے کے سایہ میں ہے۔ یعنی مسلمان اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر جہاد کرے گا۔ اور دنیا کی مال و دولت تخت و تاج ان کے قدموں میں ہو گی۔ صحابہ کرامؓ نے حق کی خاطر پیٹ پر پتھر باندھ کر جہاد کیا۔ بدن ڈھانپنے کے لئے ان کے پاس کپڑے نہیں تھے۔ مگر قانونِ جہاد پر عمل کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد حالت یہ ہو گئی کہ ایک مجاہد یعنی حضرت زبیرؓ کا ترکہ پچاس کروڑ روپے سے زائد رہا۔ مدینہ منورہ میں ان کی زمین (غابہ) کا ایک ایک حصہ ایک ایک لاکھ روپے میں فروخت ہوا۔ جہاد کی بدولت اندلس، شام، عراق، کابل و خراسان تک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ آج معاشی مسائل کا حل خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ میں ڈھونڈا جا رہا ہے۔ ناسمجھی کی وجہ سے اس غلطی کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، ورنہ واللہ العظیم ان طریقوں سے معاشی مسائل کبھی حل نہیں ہو سکتے۔ ایک مجاہد امت کے لئے جہاد ہی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ اور تمام مالی مشکلات کا حل ہے۔

مدتوں بعد خدا نے آج یہاں مسلمان قوم کا رُخ سیدھے راہ پر لگا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت اور حوصلہ دے۔ الحمدللہ کہ عام مسلمانوں کے حوصلے بلند ہیں۔ اور ہر خاص و عام سر بکف جذبۂ شہادت سے سرشار اور شہادت کا متمنی ہے۔ اللہ کے ہاں ہمارے اسی جذبہ اور نیت و اخلاص کی قدر ہے۔ ورنہ درحقیقت آج صرف اور صرف امدادِ خداوندی کام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی لاج بلند رکھتے ہیں۔ ورنہ ہندو کی تعداد اور طاقت و قوت کئی گنا ہم سے زیادہ ہے۔ مگر ہر صبح و شام مسلمان کامیاب ہو رہے ہیں

ہیں، یہ محض اللہ کی نصرت ہے۔

——ہمیں اس مقدس جذبہ کو ختم کرنا نہیں بلکہ اس کی پرورش کرنی ہے۔ اور آئندہ کے لئے ہمیں مستعد رہنا ہے۔ اور یہ عزم ہونا چاہیئے کہ انشاء اللہ اسلام کا جھنڈا کفرستان ہند پر لگا کر ہی دم لیں گے۔ خدا نے پاکستان کی شکل میں جہاد کا ایک مرکز ہمیں دیا ہے۔ یہ ہمارے لئے جہاد کی چھاؤنی ہے۔ اور ہمیں یہاں جہاد کی تربیت و ٹریننگ کر کے ساری دنیا و ہند، کفر و ظلمت کو اسلام کی روشنی سے منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ یعنی تم خیر امت ہو سارے لوگوں کی ہدایت کے لئے تمہیں بھیجا گیا ہے۔ تو افریقہ و امریکہ چین و جاپان اور بھارت سب للناس میں داخل ہیں۔ اور تمام ممالک میں اعلاء کلمۃ اللہ کی جدوجہد کرنا ہے——

جہاد بالمال اور دعا کی ضرورت—— مجاہدین کیساتھ ہمیں جانی تعاون کے علاوہ مالی امداد کی بھی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر سکے تو جان کی قربانی کسطرح دیگا۔ جو لوگ مال و دولت سے مدد کریں وہ بھی جہاد میں شریک ہیں۔ اسی طرح مجاہدین کی فتح اور اسلام کے غلبہ کے لئے ہر وقت دعائیں بھی جاری رکھیں جو کامیابی کا بڑا روحانی ذریعہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازوں کے وقت کے بعد دشمن پر حملہ کرتے تاکہ نماز کے بعد مسلمانوں کی دعائیں مجاہدوں کے ساتھ شامل ہوں اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے اس کے علاوہ اپنے تمام اعمال کو اللہ کی تابعداری اور سنت کے مطابق بنادیں اور غیر اسلامی افعال۔ اختلاط مرد و زن۔ سود۔ جوا۔ فحاشی اور بے حیائی کو یکسر بند کر دیں۔ اگر کوئی مسلمان اس وقت دین پر عمل شروع نہ کرے تو اور کب عمل کریگا۔ ایسے اوقات میں لازمی ہے کہ اللہ کو یاد کریں۔ حسد و بغض باہمی عناد و نفاق ترک کر دیں تب ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی۔ ہمارے اکابر و اساتذہ جو اولیاء تھے۔ انہوں نے پیشینگوئی کی تھی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ذلت کے بعد عزت اور کامیابی حاصل ہوگی۔ اور اسلام کا جھنڈا یہاں بلند ہو کر رہے گا۔

جہاد کی حقیقت ہمارا مقصد صرف مسلمانوں کو مظلومیت سے نجات دلانا اور حق کا بول بالا کرنا ہے۔ مسلمانوں کے جہاد کا مقصد نہ ملک گیری ہے اور نہ دوسروں کے اموال و ممالک پر قبضہ کرنا، بلکہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے۔ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا—— جہاد کی مثال اپریشن اور مجاہد کی مثال ڈاکٹر کی مانند ہے۔ کہ

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

ضرورتِ وحی

از افادات حضرت محقق اسلام علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

حضرت علامہ افغانی مدظلہ اسلامی علوم و فنون کے یکتا عالم اور نادرۂ روزگار محقق ہیں۔ قرآنی علوم و معارف میں انہیں خداداد بصیرت اور تبحر حاصل ہے۔ یہاں قرآنی علوم و معارف پر حضرت افغانی مدظلہ کے ان افادات کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جو انہوں نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے درجۂ تخصص کے طلباء کو درس تفسیر کے دوران بیان فرمائے۔ ان افادات کو مولوی حافظ انوار الحق حقانی اور بعض دیگر مستعد شرکاء درس نے بلفظہٖ قلمبند کیا۔ گو اس میں علمی مصطلحات اور دقیق مضامین بھی ہیں مگر وحی و نبوت کی جو نئی نئی تعبیریں اور اس کی اہمیت اور تشریعی حیثیت گھٹانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ انشاء اللہ حضرت افغانی کا یہ سلسلۂ افادات اہل علم و اہل بصیرت کے افادہ سے خالی نہ ہوگا وحی کے بعد صداقت و جامعیت قرآن پر ان کے ارشادات پیش کئے جائیں گے۔ (ادارہ)

تمہید سب سے پہلے ان چیزوں کا بیان ہوگا جو فہم قرآن کے لئے موقوف علیہ ہیں۔ انہیں مبادی کہتے ہیں۔ ان میں کچھ مبادی عقلیہ ہیں اور کچھ مبادی لغویہ ہیں۔ مبادی اس لئے کہا کہ فہم قرآن کی ابتداء انہیں سے ہوتی ہے۔ مبادی عقلیہ میں اہم سوال اس وقت یہ ہے کہ دنیا کو قرآن کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ہم اس بات کو عقلی دلائل سے پیش کرتے ہیں۔ پہلی دلیل کا نام دلیل منطقی ہے۔ اسی طرح پہ کہ ہم نے صغریٰ کبریٰ بناکر اس سے نتیجہ نکالا۔ صغریٰ القرآن وحی الٰہی۔[1] کبریٰ۔ کل وحی الٰہی ضروری للبشر۔[2] اس سے نتیجہ نکالا کہ القرآن ضروری للبشر[3] (قرآن نوع بشری کیلئے ضروری ہے)

---

[1] یعنی قرآن اللہ کی وحی ہے۔ [2] اللہ کی ہر وحی انسان کیلئے ضروری ہے۔ [3] فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۵

بلکہ انسان کو کھانے پینے یا دوسری تمام ضروریات سے زیادہ وحی الٰہی کی حاجت ہے۔ ہم نے صغریٰ کا نام صداقت قرآن رکھا ہے۔ اور کبریٰ کا نام ضرورت وحی رکھا۔ ترتیب بیان کے لحاظ سے ضرورت قرآن کا بیان پہلے ہوگا۔ اس کے بعد صداقت قرآن کا۔

وحی کے لغوی اور شرعی معنی

لغت میں وحی کے معنی ہیں الاعلام فی خفاء[1] - یعنی پوشیدہ طور پر کسی کو کوئی چیز بتانا۔ جس کا صرف مخاطب اور مخاطب کو پتہ ہو، تیسرے کو پتہ نہ ہو۔ علامہ ابن حجرؒ کی تشریح یہ ہے کہ کل ما دللت بہ من کلام او کتابۃ او رسالۃ او اشارۃ فھو وحی (فتح الباری)

اصطلاح شریعت میں وحی کے معنی یہ ہیں الاعلام بالشرع - لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ جس چیز کو کسی بات کی تفہیم کریں وہ وحی ہے۔ خواہ وہ کسی انسان کی طرف ہو یا ملائکہ، جنات وحیوان کی طرف ہو جیسے واوحیٰ ربک الی النحل - الآیہ -

شرعی وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ وحی کے تیسرے معنی ہیں۔ للقاء الخیر[2] فی قلب المؤمن الکامل فی خفاء - یہ قسم اولیاء کے ساتھ خاص ہے - اس کو الہام کہتے ہیں - وحی کی جمع وحیٔ ہے۔ جیسے حلیٰ کی جمع حلیٔ - یہ رمی یرمی کی طرح ضرب کے وزن پر ہے - کبھی مصدر اسم مفعول کے معنی پر بھی آتا ہے یعنی وحی بمعنی موحیٰ - نوع بشری کی اصلاح کے لئے وحی الٰہی اشد ضروری ہے اس کے دس دلائل ہیں۔

ضرورت وحی کے دس دلائل

۱۔ دلیل وجدانی

اس دلیل کا نام دلیل وجدانی ہے۔ جب انسان اپنے وجدان کی طرف غور کرے۔ تو معلوم ہوگا کہ اسے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ ۱۔ حاجت الی الماکول - ۲۔ حاجت الی المشروب

---

[1] یعنی ہر وہ چیز وحی ہے جس سے کسی چیز پر دلالت کی جائے۔ خواہ وہ کلام ہو یا خط ہو، پیغام ہو، یا اشارہ۔

[2] مومن کے دل میں پوشیدہ طور پر اللہ کی طرف سے کوئی خیر ڈالنا - (س م)

۳۔حاجت الی الملبوس۔ ۴۔حاجت الی المسکن [1]

یہ چار حوائج تمام بالغ و نابالغ انسان کو لاحق ہیں۔ اور بلوغ کے بعد ایک اور بھی حاجت لاحق ہوتی ہے اور وہ ہے حاجت الی المنکوح [2]۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ پانچوں حوائج جسم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور تمام فلاسفر اس بات پر متفق ہیں۔ کہ انسان محض جسم کا نام نہیں۔ بلکہ انسان جسم، بدن اور روح سے مرکب ہے۔ اور روح بوجہ لطافت غیر محسوس اور غیر مبصر ہے۔ جمیع عقلاء کا بھی اس پر اجماع ہے۔ کہ روح اشرف جزو ہے۔ اور یہ چیز اس قدر واضح اور بدیہی ہے کہ تمام اشیاء کو اس کا علم ہے۔ انسان تو کیا حیوان کو بھی اس کا علم ہے۔ بلکہ عناصر تک کو بھی یہ چیز معلوم ہے۔ اس طرح پر کہ اگر ایک آدمی سویا ہو تو کوئی چیز اسے ایذا نہیں دیتی۔ نہ جانور نہ کیڑے نہ کوڑے۔ مگر جب مر جاتا ہے۔ تو تمام حیوانات اور عناصر اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ہوا اس کو پھلانے لگتی ہے۔ اور مٹی کھانے لگ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے گوشت پوست کو ختم اور ہڈیوں تک کو چورا کر دیتی ہے۔ گدھ۔ کوّے اور دوسرے سباع طیور اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور اس کو نوچ ڈالتے ہیں۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ اور جسم کی کچھ حاجات ہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ روح کی بھی کچھ حاجات ہیں۔

اطاعت و محبتِ الٰہی نوعِ انسانی کی فطرت ہے

غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ روح انسانی میں محبتِ الٰہی کا میلان اور جذبہ موجود ہے۔ تمام نوع انسانی میں باوجود اختلاف رنگ و نسل اور باوجود اختلاف مذاہب یہ جذبہ موجود ہے۔ اور یکساں طور پہ موجود ہے۔ مسلمانوں کی مسجدیں، عیسائیوں کے گرجے۔ یہود کے مندر۔ آتش پرستوں کے معبد اسی جذبہ الٰہی کے اظہار کی واضح دلیل ہے۔ یعنی فطری وجدان کے تحت محبت اس میں موجود ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اب غور کیا جائے کہ حاجات اربعہ و خمسہ جسمانی کا انتظام قدرت کی طرف سے کیا ہوا ہے۔ کھانے کے لئے زمین کو کاشت کیلئے بنایا۔ اور پینے کیلئے دریاؤں، نہروں

---

[1] کھانے، پینے اور رہنے کی حاجت　　[2] ازدواجی ضرورت۔

اور چشموں کا انتظام فرمایا۔ اس طرح زمین کو مسکن کے قابل بنایا۔ اور منکوحہ کا بھی انتظام قدرتی طور پر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت فیاض ہے۔ کہ اس نے ہر حاجت کو پورا فرمایا اور ضرورت پورا ہونے کا سامان مہیا فرمایا۔ اب اگر اشرف الجزء یعنی روح کے جذبہ شریفہ کا انتظام نہ فرماتا تو یہ بخل ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کو محبت ہے۔ تو انسان محب ہوا اور اللہ جل شانہٗ محبوب۔

محبت کا تقاضا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی اطاعت کرے، اس لئے کہ اطاعت، محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ جس طرح محبت فطری ہے، اس طرح اطاعت بھی فطری ہے۔ کیونکہ وہ نتیجہ ہے محبت کا۔ جب اللہ تعالیٰ فطرتاً محبوب ہے۔ تو لازماً مطاع بھی ہے۔ اطاعت دو چیزوں کا نام ہے۔ ایک مرضیات پر چلنا، دوسرا نامرضیات سے بچنا۔ یعنی اوامر پر کاربند رہنا اور نواہی سے بچنا اور اطاعت جب ممکن ہے۔ کہ پہلے مرضیات اور نامرضیات کا علم ہو جب تک ان کا علم نہ ہو اطاعت نہیں ہو سکتی۔ کھچ کھچا کر بات یہاں آ پہنچتی ہے کہ مرضیاتِ الٰہی اور نامرضیات کا علم ہو۔

مرضیات و نامرضیات کا علم کلام پر موقوف ہے

اب رہی یہ بات کہ علم کیسے حاصل ہو۔ تو ہم انسانوں میں دیکھتے ہیں کہ اگر ہم کسی انسان کے مرضیات و نامرضیات معلوم کرنا چاہیں گے تو اس وقت بھی ضرورت ہوگی اس سے کلام کرنے کی جب تک وہ اپنی کلام سے نہ بتائے معلوم نہیں ہو سکتا۔ تو خدا کی مرضیات و نامرضیات کا علم کلام اللہ پر موقوف ہے۔ تو اس سے کلام اللہ کی ضرورت ثابت ہوگئی۔ کیوں کہ روح اشرف ہے۔ تو ضرورت بھی اس کی اشرف ہوگی۔ انسان کی انہیں ضروریات کو پورا کرنے کیلئے وحی الٰہی کی صورت میں قرآن مجید نازل ہوا جو آج بھی مکمل شکل میں موجود ہے۔ جس سے اس کے مرضیات و نامرضیات کا علم حاصل کر کے جذبۂ محبت کی تسکین کی جا سکتی ہے۔ سر ولیم میور "لائف آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ جب سے انسانیت کی تاریخ چلی ہے۔ عبادت گاہ اور محبتِ الٰہی بھی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کا نام دلیل وجدانی ہے۔

۲— دلیل قانونی

اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے۔ کہ انسانی حاجاتِ اربعہ یا خمسہ اولادِ آدمؑ میں

ہر فرد اور ہر قوم میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان کو حاصل کرنے کی قوت بھی انسان میں رکھ دی ہے۔ جس کو قوت شہوانیہ اور قوت نوعیہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ قوت جس کا اثر خواہش ہے جس سے چاہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ انسان اپنی حاجات کی طلب میں چست ہے اس لئے ان کو ہر آدمی بغیر کسی کے کہے اور بلا واعظ کے وعظ کے طلب کرتا ہے۔ اب یہ مطلوبات جس طرح ایک قوم کے مطلوبات ہیں۔ اس طرح دوسری قوموں کے بھی ہیں۔ تو جب ہر شخص اور ہر قوم کے مطلوب ٹھہریں۔ تو ان کی طلب اور حصول کے وقت ممکن ہے کہ دوسرا شخص مزاحم ہو۔ اور اس کی خواہش اپنے لئے ہو کیونکہ اس کے بھی مطلوبات ہیں۔ تو اس طرح منازعت کا اندیشہ ہے کہ طلب کے وقت جھگڑا ہو۔ کیونکہ تمام مادی اشیاء اگر ایک کے پاس ہیں تو دوسرے کے پاس نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے انسان میں قوت مدافعت رکھی جس کا نام قوت غضبیہ رکھا۔ اور اس قوت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ایک شخص دوسرے کے حقوق تلف کرے اور اس کو اپنے مطلوبات کے استفادہ کا حق نہ ملے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ظلم صریح ہوتا۔ اسلام صرف ان قویٰ کی اصلاح کرتا ہے۔ کہ یہ برمحل استعمال ہوں اور اس سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔ اس کا حل جنگ میں نہیں بلکہ جنگ ہلاکت تباہی کا موجب ہے۔ مثلاً ۱۹۴۴ء کی جنگ میں چھ کروڑ انسان قیمہ ہو گئے ____

تحفظ حقوق کیلئے عادلانہ قانون کی ضرورت

اس حق تلفی سے بچانے کے لئے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے حقوق کا تحفظ ہو۔ اس کا نام عدل ہے۔ عدل کیسے قائم ہو۔ اس کے لئے صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے قانون عادلانہ۔ قانون عادلانہ موجود ہو تو عدل موجود ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں آبادی ہے۔ وہاں عدالتیں بھی موجود ہیں۔ جیسی بھی ہوں، صحیح ہوں یا غلط، بہر حال عدالتوں کا وجود ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ایسا قانون بنانا کس کا حق ہے۔ عالم کائنات میں انسان کا ہے یا خالق کائنات کا؟ دنیا میں مختلف آراء ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ انسان کو حق ہے۔ اس رائے کے تحت مجالس قانون ساز۔ پارلیمنٹ۔ دستور ساز اسمبلیاں وجود میں آتی ہیں۔ مگر اسلام کی رائے یہ ہے۔ کہ یہ حق خالق انسان کا ہے ____ آیت قرآن ہے۔ ان الحکم الا للہ۔ (حکمرانی صرف اللہ کے لئے ہے)

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

قانونِ عادلانہ درحقیقت آبِ حیات ہے۔ جس سے ارواح کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

ولکم فی القصاص حیوۃ الآیہ

جیسے بارش سے زمین کی حیات ہے۔ پانی ہوا وغیرہ سے نباتات کی حیات ہے۔ اغذیہ سے حیوانات کی حیات ہے۔ ٹھیک اس طرح قانونِ عادلانہ سے ارواح کی حیات وابستہ ہے۔ اور قانون بنانا صرف اسی کا کام ہے جس کا علم لامحدود ہو۔ اور لا محدود علم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کھیت یا زمین کی سیرابی کے لئے لاکھ شبنم جمع کرو کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسا کرنیوالا بیوقوف ہوگا۔ اس کے لئے تو دریا اور نہریں چاہئیں۔ دستور ساز ادارے بھی ایسے ہیں جیسے شبنم کے قطرے جن سے سیرابی ناممکن ہے۔ کیونکہ ان سب کا علم بھی محدود اور عقل و فہم بھی محدود ہے۔

عادلانہ قانون بنانیوالے کی لازمی صفات

قلوب و ارواح کی سیرابی اور تشنگی بجھانے کے لئے قانونِ الٰہی کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہے اسلام و قرآن جو بارش کی طرح ہے جس سے انسان کے قلوب سیراب ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :

ان مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل الغیث۔ — میری اور ان چیزوں کی مثال جس کے ساتھ خدا نے مجھے بھیجا بارش کی مانند ہے۔

اس دور کے انسانی قوانین جہل ہیں۔ برنارڈ شاہ کا قول ہے۔ کہ یورپ نے صنعت میں جس قدر ترقی کی ہے، اخلاق میں اتنا ہی گرا ہے۔ ان مشکلات کا حل بجز قانونِ محمدیؐ کے کچھ نہیں۔ سپنسر کا قول تاریخ یورپ میں لکھا ہے "لعنت ہو ایسے قانون پہ جس پہ چل کر یورپ کے ۴۵ کروڑ انسانوں میں سے صرف ۴۵ کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ حلال کے ہیں"۔ بحث یہ ہے کہ قانونِ عادلانہ انسان بنائے یا خالق کائنات۔ یہ تو بدیہی امر ہے کہ قانونِ عادلانہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ تحفظ حقوق اور انسدادِ مظالم ہو۔ ہم بغیر کسی جانبداری

کے عقل کی روشنی میں عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ فیصلہ یہ ہے۔ کہ مقنن میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے۔ وہ کس میں موجود ہیں۔ انسان میں یا خالقِ انسان میں۔ جن میں یہ صفات موجود ہوں وہ ہی مقنن ہے ۔۔۔

وہ صفات یہ ہیں :۔۔۔

پہلی صفت حکمتِ تامّہ مقنن کیلئے ضروری ہے کہ اس کی حکمت تامّہ ہو۔ نیز اس کا علم تام ہونا چاہئیے۔ نقص علم نقص قانون کو مستلزم ہے۔ مقنن کا علم اگر ناقص ہوگا۔ تو یقیناً اس کا قانون بھی ناقص ہوگا۔ اور اگر قانون ناقص ہو تو نقصِ زندگی کو مستلزم ہوگا۔

دوسری صفت علم محیط دوسری صفت جو مقنن میں موجود ہو وہ علم محیط ہے۔ زندگی کے ادوار پر جتنا بھی مقنن کا علم محیط ہوگا، اس قدر قانون مکمل ہوگا۔ زندگی کے تین دور ہیں۔ پہلا دنیوی۔ دوسرا برزخی۔ تیسرا اخروی۔ دنیاوی حصہ بہت مختصر ہوتا ہے۔ اور دنیا کا تنگ ترین حلقہ حیات دنیویہ ہے۔ برزخ اس سے وسیع ہے۔ اور آخرت وسیع الکل ہے ۔۔۔۔ اب تقسیم زندگی اس طرح ہے ۱۔ حلقہ محدودہ صغریٰ۔ یہ دنیا ہے۔ ۲۔ حلقہ محدودہ کبریٰ۔ یہ برزخ ہے۔ ۳۔ حلقہ غیر محدودہ۔ یہ آخرت ہے ۔۔۔ نیز مقنن کے لئے لازم ہے۔ کہ اس میں احاطہ زمانی بھی ہو اور تینوں حلقاتِ حیات تک اس کے علم کی رسائی ہو اور اگر زندگی کا ایک حصہ معلوم ہو اور دوسرا معلوم نہ ہو تو وہ قانون ناقص ہوگا۔ اور اس سے حیاتِ انسانی میں نقص ہوگا۔ اور ان حلقوں میں جو تفاوت ہے۔ وہ واضح ہے۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ سندھ اور پنجاب کا کوئی آدمی جس کے سامنے صرف جون، جولائی کا مہینہ ہی ہو۔ اور اس کے سوا کوئی موسم اس کے علم میں نہ ہو تو اس کے نزدیک امور نافعہ اور مضرہ کی فہرست یہ ہوگی۔ مثلاً برف کا پانی پیئے گا، ململ کا لباس پہنے گا۔ ہوا کے لئے کھلے میدان میں سونا چاہئیے نیز آگ کے قریب تک نہ جانا چاہئیے، گرم کپڑے نہ استعمال کئے جائیں وغیرہ۔ اب اس موسم صیف کے بعد جب ایام شتاء آئیں تو فوراً ان امور نافعہ و مضرہ میں انقلاب آئے گا۔ اور علی القلب نافعات مضرات بن جائیں گے۔ دیکھئے انسانی زندگی کے اسقدر تھوڑے سے عرصہ میں اتنا انقلاب آتا ہے۔ اور جب اس دنیا میں نفع و ضرر کا توازن یکساں نہیں ۔۔۔۔۔۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ

زندگی کے حصص ثلاثہ میں تو اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے۔ اگر علم محیط نہ ہو تو عجب نہیں کہ مجلس قانون ساز کسی ایسے قانون کی تدوین کرے جو دنیوی زندگی میں تو مفید ہو مگر عالم اخروی اور برزخی میں مفید نہ ہو بلکہ مضر ہو یا اس کے برعکس مثلاً فرض کر لیا جائے کہ اکل خنزیر و شرب خمر مفید ہے۔ مگر اس کی کیا گارنٹی ہے۔ کہ عالم برزخ میں بھی یہ مفید ہو گا۔ اس لئے علم قانون کے لئے علم محیط کا ہونا ضروری ہے۔ نیز علم بحیثیت مکان بھی محیط ہونا ضروری ہے۔ جیسے کوئٹہ اور مری کا موسم پنجاب اور سندھ کے موسم سے مختلف ہے۔ تو یقینی بات ہے۔ کہ جو چیزیں سرد حصہ میں مفید ہوں گی وہ گرم حصہ میں مضر یا برعکس۔ اس لئے ڈاکٹروں نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے۔ کہ گرم علاقوں میں سرد اشیاء استعمال کرنی چاہئیں۔ اور سرد حصوں میں گرم اشیاء۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ علم بالامکنہ بھی قانون کے لئے لازمی ہے ——

تیسرا وصف رحمت تامہ

تیسرا وصف جو مقنن میں پایا جانا ضروری ہے۔ وہ رحمت تامہ ہے۔ یعنی جن کے لئے مقنن قانون بنا رہا ہے۔ ان پر مقنن کو رحمت تامہ و شفقت تامہ ہونی چاہئے۔ اگر رحمت نہیں ہو گی تو قانون میں عدل و انصاف نہیں ہو گا۔ مثلاً انگریزوں نے یہاں کے لئے ایسے قانون بنائے جنہوں نے ہماری زندگی کو تباہ کر دیا۔ اس کی واضح دلیل دیوانی قوانین ہیں۔ جب لارڈ کلایو نے شاہ عالم ثانی سے بہار اور بنگال کے دیوانی مقدمات ٹھیکہ پر لئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ ہر سال مقررہ رقم شاہ عالم کو دی جائے گی۔ تو انگریزوں نے دیوانی ضابطہ بنایا جو اب تک موجود ہے۔ اور اس ضابطہ میں تاجرانہ پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تاکہ ٹھیکہ کی ادائیگی کے بعد بچت بھی ہو۔ اس لئے ایسے قوانین بنائے گئے جس سے فریقین کو لوٹنا مقصود تھا —— مقدمہ کو اتنا طول دیا جاتا کہ دادا کا دائر کردہ مقدمہ پوتوں تک چلتا رہتا۔ ایک واقعہ اس میں مشہور ہے۔ کہ یوپی کے گورنر کی ایک ہندوستانی سے دوستی تھی۔ لیکن ہندوستانی کو کبھی اس سے واسطہ نہ پڑا کہ اسے کسی طرح کا فائدہ پہنچاتا۔ آخر جب پنشن پہ جانے لگا —— تو ہندوستانی کو کہنے لگا کہ میں تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔ ہاں ایک نصیحت کرتا ہوں اس پہ عمل کرنا، اور وہ نصیحت یہ ہے کہ دیوانی مقدمہ نہ کرنا۔ اس بارے میں ضرب المثل مشہور ہے۔ "جو جیتا وہ ہارا اور جو ہارا وہ مرا" اس لئے رحمت تامہ کا ہونا لازمی ہے۔ آجکل

کے لیڈروں میں یہ اوصاف کہاں ہیں۔ لینن سے سوال کیا گیا کہ لیڈر کسے کہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ جو عوام کے مقصد میں اپنا مقصد چھپانا جانتا ہو۔ اور اب لیڈر اُسے کہتے ہیں جو عوام کو بیوقوف بنانا جانتا ہے۔

لیڈری را چار چیز آمد کمال   السّباب والقتال و الجدال

وصف چہارم از خدا باغی بودن   در فساد امت آں ساعی بودن

چوتھا وصف غیر جانبداری

چوتھا وصف جو مقنن کے لئے ضروری ہے وہ غیر جانبداری ہے۔ یعنی مقنن غیر جانبدار ہو۔ اور کسی کی طرفداری نہ کرے بلکہ غیر جانبدارانہ طور پہ قانون بنائے ــــــ

ان صفات کی رُو سے صرف خالقِ کائنات مقنن ہے۔

اب یہ مسئلہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ قانون بنائے کون۔ اور کس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ ہم اپنی مولویانہ خشکی کی بنا پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے بلکہ عقلِ سلیم کی روشنی میں شواہد کے پیشِ نظر یہ کہتے ہیں۔ اور تنازع کو طے کرتے ہیں۔ کہ مقنن خدا ہونا چاہیے یا انسان اور قوانینِ حیات بنانا کس کو زیبا ہیں ــــ اب ہم ان شرائطِ اربعہ کے معیار پہ جانچتے ہیں۔ اوّلین تین چیزیں یعنی حکمتِ تامّہ۔ علمِ محیط۔ رحمتِ تامّہ کس میں پائی جاتی ہیں ــــ عالمِ وجود ایک محسوس دلیل ہے۔ اور یہ کہ یہ شرائط صرف خالق میں موجود ہیں نہ کہ مخلوق میں۔ اس کی حکمت کے برابر کسی کی حکمت نہیں اسی طرح علم کا حال ہے ایک متناہی و محدود کو غیر متناہی و غیر محدود سے کیا نسبت بلکہ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام سے لیکر صور اسرافیل تک جتنے علماء و حکماء فلاسفہ ہیں ان کی حکمت اور خدا کی حکمت میں وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ اور سات سمندر میں ہے۔ کیونکہ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت۔ انسان اپنے ماحول و گردا گرد کا حال تو جان سکتا ہے۔ اور وہ بھی غیر مکمل وہ ماضی اور مستقبل کا کیا علم رکھے گا۔ اسے تو بس حال کا علم ہوگا۔ وہ بھی ناقص ہوگا۔ محیط نہیں۔ لہٰذا یہ شرط بھی خدا میں موجود ہے لیکن انسان میں غیر موجود۔ تیسرا وصف جو رحمتِ تامّہ ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے۔ کہ دنیا کے ہر دور میں تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ احبار اللہ کی تعداد اس کے اعداء کے مقابلہ میں ہمیشہ بہت ہی کم رہی ہے۔ لیکن اس کی رحمت میں کبھی کمی نہ آئی۔ اعداء کے لئے زندگی رزق وغیرہ میں اس کے ہاں کوئی تمیز نہیں۔ بلکہ جو احبار کے لئے ہے وہی اعداء کے لئے ہے۔

مگر انسان میں ایسی مثالیں نہیں مل سکتیں۔ اس کی شفقت و رحمت کی بارش ہر ایک پہ جاری ہے بلکہ اس کا تو کوئی حصر انسان نہیں کر سکتا۔ غرض یہ ہے کہ انسان جو کوئی قانون بنائے گا۔ بہر حال وہ انسان ہو کر ہی بنا سکے گا بات واضح ہے۔ کہ انسان کے لئے ایک وطن اور ایک قوم کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی واضح اور یقینی ہے۔ کہ قانون میں اپنے ہم قوم و ہموطنوں کی ضرور رعایت کرے گا۔ انگریزوں نے اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ یہاں کے باشندوں کے لئے الگ قانون اور اپنے لئے الگ قانون بنائے۔ اور ہماری بحث بھی ساری دنیا کے متعلق ہے ـــــ ضروری ہے۔ کہ قانون ساز ادارہ کسی قوم یا وطن کے باشندے ہوں گے۔ اور اپنوں سے رعایت کرنا دوسروں سے ظلم کرنا ہی ہے۔ یہ آج کل ہو رہا ہے، اس امریکہ میں بلکہ جہاں کہیں بھی یورپ کا اقتدار ہے اور وہاں کالوں اور گوروں کی تقسیم کی بناء پہ قوانین بنائے گئے ہیں۔ اسی برّ اعظم میں بھی انگریز یہی کچھ کرتے رہے۔ یہاں کے دیسی باشندوں کے لئے سزا موت تھی۔ سرحد میں آزاد قبائل کے باشندے حبیب نور نے پشاور کے انگریز افسر پر گولی چلائی۔ انگریز نہ مرا۔ اس قبائلی کو ارادۂ قتل پہ پھانسی کی سزا دی گئی۔ لہٰذا شرط چہارم کی بناء پر لازمی ہے۔ کہ مقنن کسی قوم و وطن سے منسوب نہ ہو۔ مصری، روسی، عزنی، چینی وغیرہ جیسے بھی قانون وضع کریں گے تو ضرور اپنوں سے رعایت برتا کریں گے۔ دوسروں کی حق تلفی کریں گے۔ اب خدا کی ذات ہی صرف رہ جاتی ہے۔ کہ جس کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ اور ایک جیسا ہے، وہ خالق باقی مخلوق۔ وہ معبود باقی تمام عبادت گزار، خداوند کریم کو اس لحاظ سے تمام اولادِ آدم سے یکساں نسبت ہے۔ اور ہمیشہ غیر جانبدار رہے گا۔ اور تمام اس کی نظر میں برابر رہیں گے۔ لہٰذا وہ ہی قانون بنانے کا حقدار ہے۔ اور صرف اس کی ذات ہی مقنن ہو سکتی ہے۔ اس کا قانون عادلانہ وحی ہے۔ جو اس کا کلام ہے وہ اسی کلام کو وحی کے ذریعہ سے کسی خاص انسان پر نازل فرماتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے امن قائم کرے۔ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ آج کی دنیا میں جو بدامنی اور بد چلنی ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے۔ کہ یہاں انسان پہ انسان کا قانون چل رہا ہے۔ اور جب تک یہ قانون رہے گا حالت یوں ہی رہے گی۔ جب اس قانون کو بدل کر خدا کا قانون چلایا جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر طور پہ و ہر طرف امن و امان رہے گا ـــــ

(باقی آئندہ)

موجودہ جہاد میں ہمارے فرائض

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اے ایمان والو جب کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو تم ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تم کو کامیابی ہو"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ لیکن جب جنگ چھڑ جائے تو ثابت قدم رہو اور یہ سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

ان ارشادات سے جنگ کے متعلق تین ہدایات حاصل ہوئیں۔ اوّل یہ کہ اپنی طرف سے دشمن سے جنگ کی تمنا اور خواہش نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی مانگو۔ دوسرے یہ کہ جنگ چھڑ جائے تو پھر ثابت قدم ہو کر لڑو۔ تیسرے یہ کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو

ہندوستان کی مسلسل بدعہدی اور مسلمانوں پر مظالم اور پاکستانی ریاستوں پر جارحانہ کارروائی کو پاکستان اٹھارہ سال تک مصالحانہ گفت و شنید کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر بھارت مسلسل اپنی جارحانہ تیاریوں میں مشغول رہا اور بالآخر اس نے آزاد کشمیر پر اور مغربی پاکستان پر براہ راست بغیر اعلان جنگ کئے ہوئے حملے شروع کر دیئے۔

پاکستان کے صدر محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب نے حالات کا جائزہ لیکر ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔ اور پاکستان کے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے دس کروڑ مسلمانوں کو اس جہاد کیلئے تیاری کی دعوت دے دی۔ جن حالات میں یہ اعلان کیا گیا ہے وہ بلاشبہ ارشادِ قرآنی اور ہدایاتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

اس لئے پاکستان کے مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے جہاد فرض ہو گیا۔ قرآن و حدیث

کے احکام کے مطابق جوانمردی کے ساتھ جم کر مقابلہ کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہمارا وظیفہ بن گیا۔ لیکن جہاد میں سب سے اہم چیز نظم و ضبط کو قائم رکھنا اور تقسیم کار کے اصول پہ کام چلانا ہے۔ سب کیلئے محاذ جنگ پہ پہنچنا نہ ضروری ہوتا ہے نہ مفید، اس لئے ضروری ہے کہ ملک کے تمام مسلمان صدر محترم کی قیادت پر مکمل اعتماد رکھتے ہوئے حکومت کے اعلانات کے مطابق کام کریں جن لوگوں کو جو کام سپرد کیا جائے وہی ان کا جہاد ہے۔ اس کو اخلاص کے ساتھ انجام دیں اور مندرجہ ذیل فرائض کو ہر شخص ہر حال میں انجام دینے کی پابندی کرے۔ اور دوسرے مسلمان بھائیوں سے عمل کرانے کی فکر کرے۔

۱۔ اللہ پر ایمان اور اس کی یاد اور اسی پہ ہر کام میں بھروسہ مومن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ایسے ہنگامی حالات میں اسکی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے ہمارے عوام اور حکام اور افواج سب کا اوّلین فرض یہ ہے۔ کہ اس سے غافل نہ ہوں۔ دعا کو اپنا بہت بڑا ہتھیار سمجھیں۔ جماعت کے ساتھ نمازوں کا اور ان کے بعد اجتماعی دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اور غضب الٰہی کو دعوت دینے والے گناہوں سے خصوصاً عورتوں کی بے حجابی، بے حیائی، شراب اور رقص و سرور کی محفلوں سے، معاملات میں دھوکہ، فریب اور دوسری معاشرتی خرابیوں سے پرہیز کرنیکا بھی اہتمام کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بچانے کی بھی کوشش کریں۔

۲۔ حکومت نے ہر شہر کے مختلف حصوں میں شہری دفاع کے مراکز قائم کئے ہیں۔ ہر شہر کے نوجوانوں کو چاہئے کہ ان مرکزوں سے رابطہ قائم رکھیں اور اُن کی ہدایات کے مطابق امداد کے لئے تیار رہیں۔

۳۔ مجاہدین کی مالی امداد اور دوسری ہر قسم کی امداد کو بھی صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اور جہاد ہی قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو سامان دے دیا اس نے بھی جہاد کیا۔ اور جس شخص نے کسی غازی کے اہل وعیال اور گھر کی حفاظت کی اس نے جہاد ہی کیا۔ (بخاری ومسلم)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جہاد کیلئے جو پیسہ خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ثواب سات سو پیسے کے برابر ہوگا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس جہاد میں مالی امداد کی انتہائی کوشش کرے اور کم از کم یہ کام تو فوراً ہی کرنا چاہئے کہ رسمی تفریحات اور تقریبات میں اسی طرح فیشنوں کی

پابندی میں اور مغرب کی درآمد شدہ مہنگی اور گندی معاشرت میں ہماری قوم کا لاکھوں روپیہ روزانہ برباد ہوتا ہے۔ ان چیزوں کو چھوڑ کر سادہ اسلامی معاشرت اختیار کریں اور یہ رقم بچا کر جہاد کے کام میں لگائیں ــــ

۴ــــ جنگ کے حالات میں عموماً تجارتی حلقوں کے اندر ذخیرہ اندوزی کی فکر پیدا ہوجاتی ہے۔ ضروری سامان کا اسٹاک کرنے اور گراں قیمت پر فروخت کرنے لگتے ہیں۔ یہ ملک وقوم کی بدترین دشمنی اور جہاد کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حالات میں بھی اس کو سخت حرام اور قابل لعنت جرم قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ) اور ایک حدیث میں ہے کہ اس طرح کی ذخیرہ اندوزی کرنیوالا اگر پھر سارا مال بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کردے تو بھی اس گناہ کا کفارہ نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ) خصوصاً جنگ وجہاد کی حالت میں ایسا کرنا مسلم عوام اور حکومت کی مشکلات میں اضافہ کرنا دوہرا گناہ ہوجاتا ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ کہ موجودہ چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اور اگر سامان کی کمی سے کچھ مشکلات پیش آئیں تو سب امیر وغریب اس کو یکسانیت کے ساتھ برداشت کریں۔

۵ــــ دفاعی سیاست حالات کے تحت اور تابع چلا کرتی ہے۔ اس کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بحمداللہ ہماری حکومت اور افواج اس کام کو بڑی ہوشمندی اور جرأت کے ساتھ انجام دے رہی ہیں۔ اس لئے قیاس آرائیوں اور غلط سلط افواہوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں اور بچے ہوئے وقت کو اللہ کی یاد اور دعا میں صرف کریں۔

۶ــــ اعلان کے مطابق رات کو بلیک آوٹ کی مکمل پابندی کریں اور اس طرح قدرتی طور سے اکثر کاروبار بند ہوں گے۔ لکھنے پڑھنے کا کام بھی آسان نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کو خالی وقت ملے گا۔ اس فرصت کو بیکار ضائع نہ کریں۔ اللہ کے ذکر اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست کیلئے الحاح وزاری سے دعاؤں میں صرف کرکے دین ودنیا حاصل کریں۔ حفظ تلاوت قرآن اور نوافل اور قضائے عمری کی نمازوں کے لئے بھی یہ فرصت غنیمت ہے۔

۷ــــ ایسے حالات میں ایک خاص دعا صبح کی نماز میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے جس کو قنوت نازلہ کہا جاتا ہے۔ تمام مساجد میں اہتمام کے ساتھ نماز صبح کے اندر یہ دعا پڑھی جائے ــ

دعوات عبدیت حق

قوموں کی تباہی کا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے

از ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم حقانیہ

"دعوات عبدیت حق" کے عنوان سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے خطبات جمعہ اور دیگر مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ذیل کی تقریر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بروز جمعہ ۱۹ محرم ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۶۵ء نماز جمعہ سے قبل ارشاد فرمائی جسے شعبۂ تصنیف و تالیف دارالعلوم نے مرتب کیا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ الآية

اما بعد

بنی اسرائیل پر خدا کی رحمتوں کی بارش

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ ایک قوم کا ذکر فرماتے ہیں، جو نہ صرف اپنے زمانے بلکہ دنیا کی تاریخ میں بے نظیر تھی۔ خداوند کریم کا اس کے بارے میں ارشاد ہے۔ وفضلنا ھم علی العالمین۔ اس وقت کی روئے زمین پر رہنے والی اقوام پر ان کو فضلیت دی گئی تھی۔ میری مراد بنی اسرائیل سے ہے۔ بنی اسرائیل کا لفظی ترجمہ "اولاد یعقوبؑ" ہے۔ حضرت یعقوبؑ

کے بارہ بیٹے تھے ان کو خداوند تعالےٰ نے بڑی ترقی دی تھی۔ قرآن مجید میں ان کی تاریخ موجود ہے۔ ایک قوم تب ترقی کر سکتی ہے۔ جب وہ اپنے مالک اور خالق کے راضی کرنے کے کام میں لگ جائے اسے خداوند تعالیٰ زندگی دیتا ہے اور ترقی بھی۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کی ابتداء بھی بڑی تکلیفوں سے ہوئی۔ جب انہوں نے خدا تعالےٰ کے قوانین کی پیروی کی اور انبیاء کا اتباع کیا تو خداوند تعالیٰ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی بادشاہت اور دولت ان کے ہاتھ میں آئی۔ انبیاء ان کے خاندان میں مبعوث ہوئے علماء ان کے ہاں پیدا ہونے لگے ہر طرح کی دولت و شوکت انہیں حاصل ہوئی۔ جسم اور صحتیں تندرست و توانا ان کو عطا ہوئیں۔ مگر جب حکومت و دولت کے غرور و نشہ میں احکام خداوندی سے روگردانی کی گلی گلی بازار شہروں اور آبادیوں میں شر و فساد پھیلانے لگے۔ میلے، ٹھیلے، تماشے عیاشی دنگا فساد، قتل و قتال ان کے محبوب مشغلے بنے تو خداوند تعالےٰ نے اس قوم سے اپنی رحمت ہٹا دی۔

اولئٰک لھم النار۔	ان لوگوں کے لئے عذاب نار ہے۔

اُنکی نافرمانی اور سرکشی

بنی اسرائیل نے اپنے مذہب سے انکار نہیں کیا تھا۔ مرتد نہیں ہوئے۔ مذہب مانتے تھے۔ پیغمبر مانتے تھے ــــ لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ کا کلمہ بھی پڑھتے تھے مگر کام مذہب کا نہیں کرتے تھے۔ قوانین شرعی نہیں مانتے تھے ان کے تمام افعال خواہشات کے تابع تھے۔ دل میں آیا تو زکوٰۃ دی، نماز پڑھی ورنہ نہیں۔ دل میں آیا مسلمان کی ہمدردی کی ورنہ اسے قتل کر دیا۔ اور جب خواہش ہوئی تو زنا کاری، سود خوری، چوری، ڈاکہ زنی کو اختیار کیا۔ انہوں نے مذہب سے کفر و ارتداد نہیں اختیار کیا۔ مگر عہد خداوندی کی ایفا نہ کی۔

الذین ینقضون عھد اللہ و	جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے
یقطعون ما امر اللہ بہ ان	بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے
یوصل و یفسدون فی الارض	فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں
اولئٰک ھم الخسرون۔	وہی ہیں ٹوٹے والے۔ (موضح القرآن)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا میرے ساتھ ملو تو یہ شیطان سے ملے۔ خدا نے فرمایا پیغمبر سے ملو تو یہ خواہشات کے تابع ہوئے۔ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں سے ملو تو وہ کفار سے ملے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بھائی سے حسن سلوک کرو، انہوں نے اسے دشمن بنایا۔ غرض خدا نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا انہوں نے اسے منقطع کیا۔ اور جن سے انقطاع کا حکم دیا اسے جوڑ دیا اور خدا سے کئے ہوئے سب وعدے توڑ ڈالے۔ تو جب ایک قوم کی یہ حالت ہو تو خدا کی رحمت کب ساتھ رہ سکتی ہے؟ کیا تم اس خادم اور غلام کو روٹی دے سکتے ہو؟ جو تمہارا ہر حکم توڑتا ہو تم اسے ایک کہو وہ دوسری کہتا رہے، نہیں۔ بلکہ آپ اسے نوکری سے الگ کر دیں گے گھر سے نکال دیں گے تو ایک قوم کو بادشاہت کیوں نہ ملی ہو مگر جب وہ اپنے ایمان و اعتقاد کے خلاف عمل کے میدان میں جھوٹی ہو تو خدا اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں ایاك نعبد پڑھتے ہیں۔ اور گویا پکا وعدہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بندگی کا کرتے ہیں۔ اور پھر اسی نماز ہی میں اس عہد کو توڑ دیتے ہیں۔ اگر موقعہ ملا تو کسی کا رومال کسی کا جوتا بغل میں دبا کر لے جائیں گے۔

میرے بھائیو! اللہ کا قانون یہ ہے۔ کہ جب ایک قوم مسلمان کہلائی تو لازماً اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور تابعدار رہے گی، اسلام کا معنیٰ ہی تابعداری اور انقیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لائے گی، تب اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ ہوگا۔

ویرزقہ من حیث لا یحتسب — اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔ (موضح القرآن)

الآیہ۔

نصرت خداوندی کے ثمرات

جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ ہو جائے تو پھر دریاؤں پر ان کا حکم چلتا ہے۔ اور انہیں راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ صاف آسمان کو اشارہ کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برسنے لگے، سمندر تک کے سینے پر قدم رکھ کر بحفاظت گذر جاتے ہیں۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ غالباً قیرص کے علاقہ میں مسلمانوں کی راہ میں ایک جنگل حائل تھا۔ اسلام کے پھیلانے کے لئے یہاں سے فوجوں کے گزرنے کی ضرورت تھی۔ مگر جنگل شیر، درندوں، اور سانپوں سے بھرا ہوا تھا۔ لوگوں نے انہیں جنگل سے گذرنے سے منع کیا۔ مگر صحابہ کرامؓ کے امیر نے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی اے سانپو اور درندو اور بھیڑیو آگاہ ہو جاؤ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے یہاں آئے ہیں۔ تم اپنی مرضی سے اس علاقہ کو خالی کر دو

ورنہ پھر جو خدا کا حکم ہو ہم وہی کریں گے۔ روایت ہے کہ سانپ، شیر، اور سب درندے ریوڑ کے ریوڑ جنگل سے بھاگ نکلے اور راستہ صاف کر دیا، جنگل خالی ہو گیا۔ یہ تھے مسلمان حضرات، حق کی حمایت و نصرت جن کے ساتھ تھی۔

رضائے خداوندی کیلئے محنت کی ضرورت

میرا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کے بندوں پر مصائب نہیں آتے۔ خدا کے بندوں پر تکالیف بھی آتی ہیں۔ مگر وہ تکالیف تکالیف نہیں ہوتیں درحقیقت وہ مسلمانوں کے لئے ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور اللہ کے بندوں کو ان تکالیف سے صدمہ نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے۔ یہ کارخانے ہیں مزدور اس میں آٹھ آٹھ گھنٹے مزدوری اور زحمت اٹھاتے ہیں۔ تب تنخواہ ملتی ہے۔ اور کبھی کبھی وقت سے زائد بھی کام کرتے ہیں۔ تاکہ مزید تنخواہ مل جائے۔ پسینہ چھوٹا ہوتا ہے۔ محنت و مشقت میں لگا رہتا ہے۔ مگر اسے اس حالت میں خوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی اسے دیکھ کر دعا کرے کہ خدا تجھے اس مصیبت سے نجات دے تو وہ خوش ہونے کی بجائے اس کا دشمن ہو جائے گا۔ کہ مجھے اتنی محنت سے نوکری ملی ہے۔ اور یہ اس کے چھوٹنے کی دعا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جب کل مجھے چار سو روپے تنخواہ ملے گی اور تمہاری جیب میں خاک ہوگی۔ تب تمہیں اس محنت اور مشقت کی قدر آئے گی۔ گویا قیامت کے دن ان بے کار اور بداعمال لوگوں کو اپنے خسارے اور بربادی کا اندازہ ہوگا۔ جب دنیا میں محنت اور مزدوری کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ انعام و ثواب سے مالا مال کرے گا۔ اضعافاً مضاعفاً اجر دیگا۔

ایسی مصیبتیں جو درحقیقت راحتیں ہوتی ہیں، افراد پر آتی ہیں۔ ساری قوم پر نہیں۔ ساری قوم پر مصیبت تب آتی ہے جب قوم کی اکثریت بے دین ہو جائے۔ پھر اجتماعی آفات اور مصائب آجاتے ہیں۔ نعمت چھن جاتی ہے۔ اس لئے کہ قوم نے رب سے وعدہ توڑ دیا ـــــ جیسا کہ بنی اسرائیل نے وعدہ توڑ دیا تو ذلیل کر دئے گئے۔ بڑے بڑے انبیاء اور لقمان حکیم جیسے حکماء اطباء سب ان سے چھن گئے ـــــ

فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم۔ بنی اسرائیل کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی (مولف)

امدادِ خداوندی کی ایک مثال

بھائیو! تم لا الہ الا اللہ کہہ کر ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے وعدے کرتے ہو۔ اور اسے روزانہ

توڑتے ہو تو خدائے تعالےٰ نے بھی اپنی رحمت اور مدد تم سے روک دی۔ اب دنیا میں کوئی علاج ہمارے زوال اور بیماری کا نہیں رہا کل ایک حدیث پڑھا رہا تھا۔ حیّ بن اخطب تیز اور لسان آدمی تھا۔ مسلمانوں کے خلاف اس نے قریش کو ابھارا۔ غطفان قبیلہ کو آمادہ کیا جو عرب بھر میں بہادر اور جنگجو قبیلہ تھا۔ یہود کو ابھارا جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ نہ لڑنے کے وعدے بھی کئے تھے۔ مگر حیّ جادوگر شخص تھا۔ ایک پاؤں پھیرا اور لوگوں کو اکٹھا کیا۔ ایک روایت کی بنا پر ۲۴ ہزار کفار مسلمانوں کے خلاف اس نے جمع کئے اور کم ازکم روایت دس ہزار کی تعداد کی ہے۔ مدینہ منورہ جو اس وقت ایک چھوٹا سا قصبہ تھا کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر طرف سے محاصرہ ہوا۔ ارادہ ان لوگوں کا یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کا نشان ہی نہ رہے۔ مسلمانوں پر ایسی حالت کہ زندہ درگور خندقوں میں گھومتے پھرتے اور اتنے گہرے خندق کہ زمین کی تہہ تک کھودے گئے تھے اور ۲۴ ہزار تیر انداز ارد گرد سر پر جمع ہیں۔ چونتیس ۳۴ - پینتیس ۳۵ دن کفار نے محاصرہ رکھا۔ مسلمان خندقوں سے مدافعت کرتے اور تیروں سے انہیں روکتے کفار تنگ آگئے۔ ان میں بعض بہادر بھی تھے جو تیروں سے بے پرواہ ہو کر گھوڑوں پر بیٹھ کر خندق پر چڑھ آتے۔ مگر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ جیسے بہادر خندقوں ہی میں گھوڑوں سمیت ان کا کام تمام کر دیتے۔ غرض رحمت خداوندی شامل ہوئی۔ آندھی آئی اور کفار بھاگ اٹھے۔ محاصرہ ختم ہوا۔ اب مدینہ کے اطراف کے یہود وعدہ خلافی کی سزا بھگتنے لگے۔ حیّ بن اخطب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے کہا میں دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں نے جو کچھ کیا اور تمام لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ اس پر پشیمان نہیں ہوں۔ اور نہ معافی کا خواستگار نہیں ہوں۔ خیر یہ تو اس نے ضد اور عناد کی بات کی۔۔۔۔۔ دوسری بات یہ کہی کہ یا رسول اللہ اگر خدا تعالےٰ کسی کی مدد نہ کرے تو کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ اور جن کی مدد خدا کرتا ہے تو کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے سارے کافروں کو اکٹھا کیا۔ مگر آج خود تمہارے سامنے قیدی بن کر کھڑا ہوں۔ آج وہی یہودی ہیں جن سے ساری دنیا تنگ ہے۔ سمٹ سمٹا کر ایک نقطہ فلسطین پر جمع ہیں وہ بھی اوروں کی مدد اور سہارے سے، خدا نے مسلمانوں کو تنبیہ اور رسید کرنے کے لئے انہیں مہلت دی ہے۔ کہ مسلمان عبرت پکڑیں، ہوش میں آئیں ورنہ فلسطین کے علاوہ ان کا سارا طنطنہ اور دبدبہ ختم ہو گیا۔ میرے بھائیو! غلطی تو سب کرتے

ہیں، مگر تنبیہ کے بعد ہوشیار قومیں فوراً خدا کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ معافی مانگتی ہیں۔ نافرمانیوں سے تائب ہوجاتی ہیں۔ کہ اے اللہ آج کے بعد تیری دین کی پیروی کریں گے اور پھر خداوند تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتے ہیں۔ اور ترقی دوبارہ عطا فرماتے ہیں۔ لیکن جو قوم بدقسمت ہو ان کے دل پتھروں کی طرح سخت اور مسخ ہوجاتے ہیں۔ خدا کی تلوار ان کے سر پر لٹکتی ہے اور یہ اور بھی متمرد اور سرکش ہوجاتے ہیں۔

ترکی میں پچھلے سال بعض وزیروں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ ایک وزیر کا فوٹو اخبار میں چھپا تھا کہ پھانسی سے چند منٹ قبل داڑھی منڈانے (شیو کرنے) میں مشغول تھا۔ اسلئے نازک وقت بھی اللہ کیطرف متوجہ ہونے اور گناہ ترک کرنے کی توفیق نہ ملی ــــــ غرض جو قوم آفات و مصائب کے باوجود اپنی حالت نہ بدلے وہی خباثت وہی بدخلقی اور بد دینی اختیار کئے ہوئے ہے تو سمجھئے کہ اب یہ قوم نہیں پنپ سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ بدقسمت اقوام میں ایک بھی ایسی قوم نہ تھی کہ عذاب دیکھ کر توبہ کرلیتی اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے گڑگڑاتی الا قوم یونسؑ مگر قوم یونسؑ تو یہ حالت بہت خطرے کی ہے۔ اس وقت پاکستان میں حالات بہت خطرناک ہیں۔ عذابِ خداوندی کے آثار نمایاں ہیں ــــ مشرقی پاکستان میں طوفان اور بارش سے تباہی ہوئی۔ بیس بیس فٹ سمندر کا پانی اٹھا اور ایک ضلع میں ۱۰ ہزار افراد غرق ہوئے۔ لاکھوں مویشی ہلاک ہوئے۔ ہزاروں ایکڑ زمین تباہ ہوئی۔ یہاں ہمارے علاقے کی فصلیں تیار ہیں۔ مگر بارشوں سے تباہ ہو رہی ہیں۔ آندھیاں چل رہی ہیں۔ آسمانی آفات کا نزول ہے۔ ابھی پرسوں قاہرہ کے قریب پاکستان کا جہاز گر کر تباہ ہوگیا، قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ ادھر دشمن ہماری سرحدات پہ کھڑا ہے۔ امریکہ وغیرہ سارے اہل کفر سے ہمارے خلاف اسلحہ جمع کیا جارہا ہے۔ یہ سب حالات ہمارے لئے تازیانۂ عبرت ہیں۔ مگر لوگوں کو احساس ہی نہیں رہا۔ تمام بے نمازوں میں ایک فیصدی بھی اپنے گناہ سے تائب نہیں ہوئے۔ کتنے ہیں جنہوں نے جوا، فسق، ظلم وغیرہ گناہ چھوڑ دئے ـــ! آخرت سے سب غافل ہیں، اور سمجھ رہے ہیں۔ کہ یہ سب اتفاقاتِ زمانہ ہیں ــ وہی رقص و سرود، وہی تھیٹر و سینما چل رہے ہیں۔ وہی جنگ و جدل، قتل و اغوا ــ

اللہ کے بندو کچھ تو اللہ سے ڈرو۔ سختی اور مصیبت میں خدا کی جانب لوٹ آؤ۔ اپنی گندگی کو ندامت کے آنسوؤں سے دھولو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے اوپر متوجہ ہو

جو بغیر انابت اور توبہ کے ہوتا نہیں ——— صرف زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا کہ مولوی کو رفع آفات کے لئے دعا کا کہہ دیا۔ تم خود اللہ کی دعوت قبول نہ کرو، نہ حسد چھوڑو، نہ بے حیائی اور بے عملی اور صرف مولوی صاحب کی دعا سے کام چلے ایسا نہیں ہو سکتا ———

اس لئے خدا کا ارشاد ہے فلیستجیبوا کہ تم سب اللہ تعالےٰ کی دعوت قبول کر لو تب تمہاری دعائیں بھی قبول ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کے قانون کو مان کر اس کے دربار میں آؤ۔ تب دولت بھی آئے گی۔ بددینی کے تمام کام ترک کرنے ہوں گے۔ تب ملک کو ترقی اور بقا ملے گی ورنہ اور بھی دل مسخ ہو جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مایوس ہو کر دعا کی کہ اب ان لوگوں کے دل پتھر کی طرح سخت کر دیجئے کہ توبہ نہ کر سکیں ——— جس قوم کے دل سخت ہوئے تو سمجھو کہ یہ جہنمی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اس امت میں صحیح مسلمان نہ رہیں تو سمجھو کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ بیشک قوم میں جو دیندار ہیں انہیں اس کا اجر قیامت میں ملے گا۔ مگر دنیا کا قانون مکافات اکثریت کی تابع ہے۔ دنیاوی عذاب میں سب شامل ہوتے ہیں ———

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ	اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ؕ	تم میں سے خاص ظالموں ہی پر۔ (موضح)

آج کل ووٹوں کا زمانہ ہے اس میں تو اکثریت کا اعتبار کرتے ہو اور دین میں نہیں۔ اگر آج ہم سب مرد و عورت گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے تائب ہوں تو دیکھئے کہ حالات کیسے بدلتے ہیں۔ نہ یہ عذاب ہوں گے نہ طوفان اور سیلاب کی آفتیں ———

اب اخلاص سے دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو کفار کے شرور سے محفوظ رکھے اور آسمانی و ارضی آفات دور فرمائے ——— اے اللہ تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بڑھ کر وسیع ہے۔ ہمارے گناہوں اور اعمال کی وجہ سے ملک پہ عذاب نازل نہ فرما اور اسلام کی پائیدار دولت و نعمت ہمیں نصیب فرما۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

> وفاداران مملکت الٰہی (مومنین) اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں ڈالیں گے جب تک باغیوں (کفار) کی قوت کو پاش پاش نہ کر دیں۔ علمِ شرک کو علمِ توحید کے سامنے سرنگوں نہ کر لیں اور توحید کا پھریرا ساری دنیا میں لہرانے نہ لگ جائے۔ ——— (حاشیہ سورہ انفال آیت ۳۹ ——— از امام المجاہدین حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) ——— مرسلہ "الصدیق" نوشہرہ

حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

اس عنوان کے تحت اکابرین اور مشاہیر ملک و ملت اہل علم و ارباب تقویٰ کے غیر مطبوعہ یا نادر مکاتیب پیش کئے جائیں گے۔ ذیل میں حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ مہاجر مکی کا ایک مکتوب شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مکتوب اور بعض دیگر اکابر کے مکتوبات دیکھنے کا شرف مجھے پچھلے سال ۱۹۶۴ء قیام مدینہ طیبہ کے دوران مولانا انعام کریم صاحب کے ہاں حاصل ہوا۔ انہوں نے اس کے نقول بھی عنایت فرمائے۔ مولانا موصوف حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے قریبی عزیز، مدرسۃ الشرعیہ مدینہ منورہ کے ناظم اور اخلاق و دیانت کی تصویر ہیں۔ آئندہ اس عنوان سے حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ و دیگر حضرات اکابر کے غیر مطبوعہ خطوط پیش ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ ——— (سمیع)

از مکہ معظمہ حارۃ الباسب

۲۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۱ھ

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت سراپا جود و سخا حامی شریعت و طریقت جناب نواب محمود علی خان صاحب۔ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دل کو بہت قلق ہے۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ مع الخیر والعافیت اپنے وطن پہنچ کر اپنے فرزندان و عزیزان و اقارب کے دیدار سے مسرور و شاد کام ہوتے ہوں گے۔ آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دیگر حالات سے سرفراز فرمادیں۔ چونکہ فقیر کو آپ سے محبت للہ ہے لہذا (الدین النصیحہ)

بڑی خیر خواہی دین کی ہے۔ اس سے خیر خواہانہ تحریر ہوتا ہے۔ آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حقداروں کے ادائے حقوق کا بندوبست اس طرح سے کر کے یہاں تشریف لاویں کہ آپ کو کچھ تشویش نہ رہے۔ کیونکہ جب تک قلب تعلقات و تشویشات دنیاوی میں مشغول رہے گا عبادت و طاعت کی لذت و حلاوت ہرگز نہ ملے گی۔ بلکہ جب تک دل ماسوی اللہ سے پاک و صاف نہ ہوگا۔ تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی۔ اور نہ جمال مبارک حق آئینہ دل میں مشاہدہ ہوگا۔ اللہ تعالے نے بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا ہے۔ کوئی دوسرا دل نہیں ہے۔ کہ اس میں دوسرے تعلقات و مشاغل کو جگہ ہو حرمین میں رہکر دل کو امور و مشاغل ہند میں مشغول رکھنا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہند میں رہکر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا۔ کیونکہ حقیقت ہجرت قلب سے ہے۔ اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالی کے نزدیک عمل معتبر ہے قلب کا۔ (ان اللہ ینظر الی قلوبکم ولا ینظر الی صورکم) اصل ہجرت تو یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو رہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اسقدر تو ضرور ہے۔ کہ آپ کو اپنی اولاد و اموال اور ریاست اور سب کاموں کو اللہ تعالے کی وکالت میں سپرد کر کے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہو جائیے۔ جب اللہ قادر رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل کارساز بنا دیا تو بندہ عاجز ناکس کا محتاج نہ رہے گا۔ جب تک اللہ و رسول کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور امور دینی امور دنیا پہ یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہو جائیں گے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہیں ہونے کا۔ مسلمانوں کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش و فکر تو سب پر مقدم و فرض ہے۔ بس اپنے متعلق کوئی جھگڑا و تعلق دنیاوی نہ رکھیں جب سب اللہ تعالے کے سپرد کر دئے اور عقبیٰ کو مقدم کر دیا تو سب کام درست و ٹھیک ہو گئے۔ دنیا فانی ملازم و رعایا کی عزت کر کے اسکی دیانت اور ہمت بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے اگر دیانت دار اور غیر دیانت دار کے ساتھ ایک سا سلوک ہوگا تو دیانت دار کی ہمت اس کی خیر خواہی کی طرف سست ہو جائے گی۔ پھر تو سب کام خراب ہو جاویں گے۔ مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل نااہل میں تمیز نہ کی اور بہت رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں شخص عاقل و دیانت دار ہے۔ مگر "مکر" یا بدعقلی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے۔ بعضوں کو یہ خبط ہے۔ کہ اگر ہم اس کی تعریف

کریں گے یا ترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جاویں گے۔ نعوذ باللہ اپنے عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے ۔۔۔ فقیر نے بارہا دیکھا ہے کہ دیانت دار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ملازم نے اپنی اوقات کو تو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی رفع حوائج کے واسطے بیچ ڈالا جب آقا کو اپنے ملازم کی حاجات و ضروریات کا خیال نہ ہوگا۔ مثلاً اس کی حیثیت کے موافق اس کی رفع حاجت پچاس میں ہو اور وہ پچیس دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پورا کرے۔ آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہوگا۔ پس اس میں اللہ و رسول کے قانون کے مطابق کاروائی ہونے سے سب امور ٹھیک ہوتے ہیں ۔۔۔

عزیزم مولوی منور علی سلمہ کو ان کے مکان پر بتاکید بیک بھیج دیجئے اور عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ یا دیگر برادران طریقت جیسے عزیزم مولوی محمد انوار اللہ صاحب وغیرہ سے آپ ملیں تو بہت خوب ہے۔ آپس میں ملنے سے اپنی جماعت میں محبت و اتحاد و اتفاق کی ترقی ہوتی ہے۔ آپ بھی کوشش و ہمت کریں کہ فقیر کی جماعت علماء میں موافقت و اتحاد کی ترقی ہو۔ للّٰہی محبت کی فضیلت کا کچھ حد و حساب نہیں۔ آپ کی رباط شامیہ میں چند دنوں سے پانی اور روشنی موقوف ہے۔ الحمد للہ آپ کی طرف سے بہت جگہوں پر بڑی فیاضی سے سبیل وغیرہ جاری ہے، یہاں پانی دینا اور جگہ سے افضل ہے۔ انتظام کیوقت قاری احمد صاحب بھی خیال رہے۔ بلکہ حرمین شریفین میں جن جن کا مقرر ہے ان سب کو متعلق ریاست کے کر دیجئے کہ سب کو وہیں سے آجاوے۔ آپ کو کوئی طلب اور تقاضا کرنے میں تشویش میں نہ ڈالے ۔۔۔ فقط

صلاح الدین ایوبیؒ کا جذبۂ جہاد

قاضی ابن شدادؒ کہتے ہیں کہ سلطان کو جہاد سے عشق تھا۔ جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا۔ اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا۔ اس عاشقانہ کیفیت اور دردمندی کا حال بقول ابن شدادؒ یہ تھا ۔۔۔ " میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بچہ کا داغ اٹھایا ہو۔ وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے " یا للاسلام " اسلام کی مدد کرو، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ۔۔۔

اسلامی ریسرچ و تحقیق یا باطنیت کا فتنہ

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

اسلام کو ماڈرن بنانے اور اسے زمانہ اور انسانی خواہشات کے ساتھ چلانے کیلئے اس میں تحریف و ترمیم کرنے والوں کی ایک خاص تکنیک یہ بھی ہے۔ کہ قرآن و سنت کے الفاظ و اصطلاحات کے جو معانی اور مفہوم خود شارع نے متعین کئے ہیں۔ اور جن کے حقائق عصراً بعد عصر ملت مسلمہ میں تواتر اور تسلسل سے چلے آرہے ہیں۔ ان قطعی اور ابدی معانی کا اپنے الفاظ و اصطلات سے تعلق اور رشتہ کاٹ دیا جائے اور پھر نبوت و رسالت سنت و اجتہاد۔ اجماع و قیاس۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ شرعی اصطلاحات کی جو من مانی تشریح دل میں آئے وہ اختیار کی جائے اور ان میں اتنی توسیع (EXTENTION) کر دی جائے کہ یورپ کے دجالی تہذیب و تمدن کے تمام مسائل و مفاسد۔ سودی، بنکاری، قمار بازی، رقص و سرور، ثقافت و کلچر، زناکاری، شراب نوشی، بے پردگی اور مخلوط تعلیم۔ مساوات مرد و زن وغیرہ پر اسلام کا ٹھپہ لگایا جا سکے۔ اسلام کے فکری و عملی نظام کو تہ و بالا کرنے کے لئے عصر حاضر کے نام نہاد مجددین اور محققین یہی حربہ آزما رہے ہیں۔ اب تک جو نمونے اس تلبیس و تحریف کے سامنے آچکے ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ ہوں :-

۱۔ قرآن کی صرف علل و غایات ابدی ہیں۔ احکام میں بدلتے ہوئے حالات کے تحت تصرف کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ سنت کا معنی کسی بھی فرد یا جماعت کی شخصی رائے ہے۔ اور اس کا قبول عام حاصل کرنا اجماع ہے۔

۳۔ زکوٰۃ سے مراد اسلامی حکومت کی ٹیکس ہے۔ اور حکومت زکوٰۃ کے منصوص مقادیر

اور مصارف میں رد و بدل کر سکتی ہے۔

۴۔۔۔۔ قرآنی ربوٰا موجودہ تجارتی سود اور منافع کو شامل نہیں۔

۵۔۔۔۔ خمر کا لفظ شراب کی موجودہ کئی قسموں کو شامل نہیں۔ (ملاحظہ ہو ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے مختلف رسائل فکر و نظر وغیرہ)

انہی حضرات کے "یاران تیز گام" منکرین حدیث اور ان کے سرخیل مسٹر پرویز تو اس قرآنی تحریف و تلبیس کو پہلے سے امت مسلمہ کا نسخۂ شفاء قرار دے چکے ہیں۔ مسٹر پرویز لکھتے ہیں:۔۔۔

"ہمارے ہاں قرآن کے الفاظ کا جو مفہوم مروّج ہے وہ بیشتر غیر قرآنی ہے (قرآنی فیصلے ص۲۶۰)

مزید ارشاد ہے کہ:۔۔۔

قرآن کے یہ متعیّن معانی و مفاہیم چند تصورات اور رسومات کی لاشیں ہیں جنہیں مسلمانوں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ (اسباب زوال امت ص۵۸)

مسلمانوں کو ان لاشوں سے الگ کرنے کا علاج اس امام الضالین کے نزدیک یہ ہے کہ قرآن کے تمام مصطلح الفاظ کی ایک نئی لغت مرتب کی جائے جس کی خصوصیت یہ ہو کہ:

"قرآن کا جو مفہوم اس لغت کی روشنی میں متعین کیا جائے گا وہ ہر آنے والے زمانہ کی علمی سطح کے ساتھ ساتھ IMPROVE ہوتا (بدلتا بڑھتا) جائے گا۔ (قرآنی فیصلے ص۲۹۶)

ان کی بدقسمتی کہ اس سائنٹفک ریسرچ کا سہرا بھی ان کے سر نہیں بلکہ یہ لوگ تحقیقات میں اپنے ان اساتذہ یہودی مستشرقین شاخت وغیرہ کے دریوزہ گر ہیں۔ جن کی اسلام دشمنی کو قرآن کریم بارہا صریح الفاظ میں واضح کر چکا ہے۔ اور دجل و تلبیس جن کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے ومن الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ متجددین اور مستشرقین کا یہی فتنہ تیسری صدی ہجری میں باطنیت کے روپ میں ظاہر ہوا جس نے دین و شریعت کی تمام اصطلاحات کے نئے معانی اور مفہوم متعین کئے۔ دین کے بنیادی اصولوں تک کو بدل ڈالا۔ اس فرقہ کو مصر میں صدیوں تک عبیدی سلطنت (فاطمیین ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ) کی شکل میں اقتدار و عروج حاصل رہا۔ اور اقتدار کے سایہ میں مسلسل اسلامی عقائد و اعمال شریعت و سنت سے تمسخر و تلاعب ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ قانون میراث میں ترمیم کی گئی۔ تراویح اور صلوٰۃ الضحٰی (چاشت) پڑھنے پر لوگوں کو تعزیر دی جانے لگی۔ اسی سلطنت کے ایک

فرمانروا الظاہر الدین اللہ نے شراب کی عام اجازت دی۔ اہل حق مقہور و مظلوم اور اہل ھوٰی غالب وحاوی رہے۔ یہاں تک کہ حفاظت دین کے لئے سنت خداوندی کا ظہور سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کی شکل میں ہوا جنہوں نے اس فتنہ کی سرکوبی کی (ملاحظہ ہو کتاب الخطط والآثار للمقریزیؒ اور الصواعق المرسلۃ لابن قیمؒ)

یہ امر تعجب سے خالی نہ ہوگا کہ اس فرقہ میں بھی یہودیت کی روح کارفرما تھی۔ کیونکہ محققین انساب کے نزدیک بالاتفاق ان لوگوں کا مورث اعلیٰ۔ عبید، مجوسی یا یہودی تھا۔

ذیل میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول" کا ایک حصہ پیش کرتے ہیں جس سے فرقہ باطنیہ اور ان کے "اجتہادات وتحقیقات" پر روشنی پڑتی ہے۔ اور موجودہ دور کی باطنیت کا ان سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ (سمیع)

فلسفہ کے ساتھ ساتھ اور اس کے اثر سے ایک نیا فتنہ پیدا ہوا جو اسلام کے حق میں اور نبوت کی تعلیمات کے لئے فلسفہ سے بھی زیادہ خطرناک تھا، یہ باطنیت کا فتنہ ہے۔ اس کے بانی اور داعی اکثر اُن قوموں کے افراد تھے جو اسلام کے مقابلہ میں اپنی سلطنتیں اور اقتدار کھو چکے تھے اور ظاہری مقابلہ اور جنگ سے ان کی بازیافت کی کوئی امید نہ تھی، یا شہوت پرست اور لذت پسند لوگ تھے۔ اور اسلام ان کی زندگی پر حدود و قیود عائد کرتا تھا، یا شخصی اقتدار اور سرداری کے حریص تھے۔ ان تمام مختلف مقاصد کے لوگ باطنیت کے نشان کے نیچے جمع ہو گئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اسلام کو جنگی طاقت سے شکست نہیں دے سکتے، نہ مسلمانوں کو کفر والحاد کی کھلی ہوئی دعوت دے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے اُن کے مذہبی احساسات بیدار ہو جائیں گے۔ اور مقابلہ کی قوت اُبھر آئے گی۔ انہوں نے اس کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا۔

ظاہر و باطن کا مغالطہ

انہوں نے دیکھا کہ شریعت کے اصول وعقائد اور احکام و مسائل کو الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور انسانوں کے سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ایسا ضروری تھا۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان — اور ہم نے کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں بھیجا۔ مگر

قومہ لیبین لھم　　　　اپنی قوم ہی کی زبان میں تاکہ لوگوں پر مطلب
(ابراہیم ع ۱)　　　　واضح کر دے،

ان الفاظ کے معنی و مفہوم متعین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ان کی تشریح اور اپنے عمل سے ان کی تعیین کر دی ہے، یہ معنی و مفہوم امت میں عملی و لفظی طور پر تواتر و تسلسل سے چلے آرہے ہیں۔ اور ساری امت اُن کو جانتی اور مانتی ہے۔ نبوت و رسالت ملائکہ، معاد، جنت، دوزخ، شریعت، فرض و واجب، حلال و حرام، صلوٰۃ و زکوٰۃ، روزہ حج، یہ سب وہ الفاظ ہیں جو خاص دینی حقائق کو بیان کرتے ہیں۔ اور جس طرح یہ دینی حقائق محفوظ چلے آرہے ہیں اسی طرح ان دینی حقائق کو ادا کرنے والے یہ الفاظ بھی محفوظ چلے آرہے ہیں۔ اور اب دونوں لازم و ملزوم بن گئے ہیں۔

جب نبوت و رسالت، یا نبی یا صلاۃ یا زکوٰۃ کا لفظ بولا جائے گا، تو اس سے اس کی وہی حقیقت سمجھ میں آئے گی، اور وہی عملی شکل سامنے آئے گی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور صحابہ کرام نے اس کو سمجھا، اس پر عمل کیا اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔ اور اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ وہ چیز امت تک منتقل ہوتی رہی، انہوں نے اپنی ذہانت سے اس نکتہ کو سمجھا کہ الفاظ و معانی کا یہ رشتہ امت کی پوری زندگی اور اسلام کے فکری و عملی نظام کی بنیاد ہے اور اسی سے اس کی وحدت اور اپنے سرچشمہ اور اپنے ماضی سے اس کا ربط قائم ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے اور دینی الفاظ و اصطلاحات کے مفہوم و معانی متعین نہ رہیں یا مشکوک ہو جائیں تو یہ امت ہر دعوت اور ہر فلسفہ کا شکار ہو سکتی ہے۔ اور اس کے سنگین قلعہ میں سینکڑوں چور دروازے اور اس کی مضبوط دیواروں میں ہزاروں شگاف پیدا ہو سکتے ہیں ــــ

اس نکتہ کو پا جانے کے بعد انہوں نے اپنا سارا زور اس تبلیغ پر صرف کیا، کہ ہر لفظ کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک حقیقی اور باطنی، اسی طرح قرآن و حدیث کے کچھ ظواہر ہیں اور کچھ حقائق، ان حقائق سے ان ظواہر کو وہی نسبت ہے، جو گودے اور مغز سے چھلکے اور پوست کو ہے۔ جہلاء صرف ان ظواہر کو جانتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ میں پوست ہی پوست ہے۔ عقلاء حقائق کے عالم ہیں۔ اور اُن کے حصہ میں مغز آیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ الفاظ در اصل حقائق کے رموز و اشارات ہیں۔ ان سے وہ مراد

نہیں جو عوام سمجھتے اور عمل کرتے ہیں۔ ان سے مراد کچھ اور چیزیں ہیں۔ جن کا علم صرف اہلِ اسرار کو ہے۔ اور انہیں سے دوسروں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ان حقائق تک نہیں پہنچا اور ظواہر میں گرفتار ہے۔ وہ ظاہری بیڑیوں اور شریعت کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور نہایت نیچی سطح پر ہے۔ جو حقائق و رموز کی بلند سطح تک پہنچ جاتا ہے اس کی گردن سے یہ طوق و سلاسل اتر جاتے ہیں اور وہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے[1]۔ یہی اس آیت کا مفہوم ہے :

ویضع عنهم اصرهم والاغلال	(پیغمبر) اس بوجھ سے نجات دلائے گا،
التی کانت علیهم۔	جس کے تلے دبے ہوتے ہیں۔ ان پھندوں
(الاعراف ع ۱۹)	سے نکالے گا جن میں گرفتار ہیں۔

جب یہ اصول تسلیم کر لیا گیا اور حقائق و ظواہر کے اس فلسفہ کو قبول کر لیا گیا تو انہوں نے نبی، وحی، نبوت، ملائکہ، آخرت اور اصطلاحاتِ شرعیہ کی　　مانی تشریح کرنی شروع کر دی جس کے بعض نادر نمونے یہ ہیں :—

نبی اس ذات کا نام ہے جس پر قوت قدسیہ صافیہ کا فیضان ہو۔ جبریل کسی ہستی کا نام نہیں صرف فیضان کا نام ہے۔ معاد سے مراد ہر چیز کا اپنی حقیقت کی طرف واپس آنا ہے، جنابت سے مراد افشائے راز ہے، غسل سے مراد تجدید عہد، زنا سے مراد علم باطن کے نطفہ کو کسی ایسی ہستی کی طرف منتقل کرنا جو عہد میں شریک نہ ہو۔ طہارت سے مراد مذہب باطنیہ کے علاوہ ہر مذہب سے برأت۔ تیمم سے مراد ماذون (اجازت یافتہ) سے علم کا حصول۔ صلوٰۃ سے مراد امام وقت کی طرف دعوت۔ زکوٰۃ سے مراد اہل استعداد و صفا میں اشاعت علم۔

---

[1] تعطیلِ شریعت کا مستقل عقیدہ بھی پایا جاتا تھا، ایک باطنی امام و داعی "سیدنا" ادریس لکھتے ہیں :-

بعث اللّٰہ محمد بن اسمٰعیل وھو نبی ناطق نسخ شریعۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (محمد بن اسمٰعیل کو اللّٰہ تعالیٰ نے نبی ناطق کی حیثیت سے مبعوث فرمایا۔ اور انہوں نے محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ (عاصمۃ نفوس المستدیبن وقاصمۃ ظھور المعتدین لسیدنا ادریس)

معزالدین اللّٰہ فاطمی سے بھی ایسے ہی اقوال منقول ہیں۔

صیام (روزہ) سے مراد افشائے راز سے پرہیز و احتیاط، حج سے مراد اس علم کی طلب جو عقل کا قبلہ اور منزل مقصود ہے۔ جنت علم باطن، جہنم علم ظاہر۔ کعبہ خود نبی کی ذات ہے ماٰب کعبہ سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات۔ قرآن مجید میں طوفانِ نوح سے مراد علم کا طوفان ہے جس میں اہل شہادت غرق کر دیئے گئے۔ آتش نمرود سے مراد نمرود کا غصہ ہے۔ نہ کہ حقیقی آگ۔ ذبح سے مراد جس کا ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا۔ بیٹے سے عہد لینا۔ یاجوج ماجوج سے مراد اہل ظاہر ہیں۔ عصائے موسیٰ سے مراد ان کی دلیل اور حجت ہے[1]۔ وغیرہ وغیرہ

نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت

الفاظِ شرعی کے متواتر و متوارث معنی و مفہوم کا انکار اور قرآن و حدیث کے ظاہر و باطن اور مغز و پوست کی تقسیم ایسا کامیاب حربہ تھا جس سے اسلام کے نظام اعتقاد و نظام فکر کے خلاف سازش کرنے والوں نے ہر زمانہ میں کام لیا۔ اسلام کی پوری عمارت کو اس طرح آسانی ڈائنامیٹ کیا جا سکتا تھا۔ اور اسلام کے ظاہری خول کے اندر ریاست اندرون ریاست قائم کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کی صدیوں میں جن فرقوں نے اور منافقین کی جس جماعت نے نبوت محمدی کے خلاف بغاوت کرنی چاہی اس نے باطنیت کے اسی حربہ سے کام لیا۔ اور اس معنوی تواتر و توارث کا انکار کر کے پورے نظام اسلامی کو مشکوک و مجروح بنا دیا۔ اور اپنے لئے دینی سیادت بلکہ نئی نبوت کا دروازہ کھول لیا۔ ایران کی بہائیت اور ہندوستان کی قادیانیت اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان نکتہ آفرینیوں کو (جن کی چند مثالیں اوپر پیش کی گئی ہیں) کوئی سلیم الطبع آدمی قبول نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن علم کلام کی معرکہ آرائیوں نے عالم اسلام میں ایسا ذہنی انتشار پیدا کر دیا تھا۔ اور فلسفہ کے اثر سے لوگوں میں پیچیدہ اور غامض مضامین کا (خواہ اس کے اندر کوئی مغز نہ ہو) ایسا مذاق پیدا ہو گیا تھا کہ ایک طبقہ پر باطنیوں کا جادو چل گیا، جنہوں نے قدیم علم ہیئت، علم طبعیات، اور یونانی الٰہیات کے مسائل اور یونانی اصطلاحات عقل اول وغیرہ کو آزادی سے استعمال کیا تھا اور مختلف اثرات اور مختلف اغراض سے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، کچھ جذبۂ انتقام میں، کچھ اسرار و رموز کے شوق میں، کچھ غلط قسم کی ظاہریت

---

[1] قواعد عقائد آل محمد (باطنیہ) تالیف محمد بن حسن الدیلمی یمانی زمانۂ تالیف ۷۰۷ھ ص ۱۷، ۱۸

اور تقشف کے ردِ عمل میں، کچھ بوالہوسی اور نفس پرستی کی آزادی کے لالچ میں، کچھ اہل بیت کے نام سے اس طرح باطنیوں نے ایسی خفیہ تنظیم قائم کر لی، جس سے طاقتور اسلامی حکومتیں عرصہ تک پریشان رہیں، عالم اسلام کی بعض لائق ترین اور مفید ترین ہستیاں (نظام الملک طوسی و فخر الملک وغیرہ) اُن کا شکار ہوئیں [۱] عرصہ تک بڑے عالم اور مسلمان بادشاہ یا وزیر کو اس کا اطمینان نہیں تھا کہ صبح وہ صحیح و سلامت اُٹھے گا۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے۔ کہ اصفہان میں اگر کوئی شخص عصر تک اپنے گھر واپس نہ آجاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ وہ کسی باطنی کا شکار ہو گیا۔ اس بدامنی کے علاوہ انہوں نے ذہن و ادب اور علم کو بھی متاثر کرنا شروع کیا۔ اور دین کے اصول و نصوص اور قطعیات کی تاویل و تحریف اور عام الحاد کا دروازہ کھل گیا ؛

بقیہ : نگاہِ مومن میں جہاد اور شہادت کا مقام

ڈاکٹر شفقت کے جذبۂ جہاد کے ماتحت عضو فاسد کو کاٹ دیتا ہے تاکہ باقی بدن محفوظ رہے۔ اسی طرح مسلمان اللہ کی مخلوق کو جہنم سے بچا کر جنت اور ابدی کامیابی کی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ اور دنیا کو شر و فساد، ظلم و ناانصافی سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو کافر اس راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اسے ہٹانا جہاد ہے تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت اسلام اور قانون میں اوروں کو بھی شریک کیا جائے۔ جس نے یہ نعمت قبول کی اس کے حقوق ہمارے برابر ہو جائیں گے۔ ان کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔ آخر جب کوئی ہلاکت کے گھڑے میں گرتا ہے اسے بچانا فرض ہے۔ یہی ہے جہاد کہ اللہ کا پیغام پہنچ جائے اور حق کی فتح ہو اور لوگ جہنم سے محفوظ رہ کر خدا کی رحمت یعنی دین اسلام سے مستفید ہوں ــــــــ۔

---

[۱] باطنیوں کے ہاتھ سے شہید ہونے والوں کی مفصل فہرست کے لئے ملاحظہ ہو نظام الملک طوسی ص ۵۶۰، ۵۶۲

وارثانِ علوم نبوّت کیلئے وظیفۂ حیات

ایک جان باز مجاہد کا زرّیں مقولہ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب

۱۹۱۶ء میں رولٹ کمیٹی نے ایک تحریک کو "ریشمی رومال" کی تحریک کہا تھا، یہ وہی تحریک ہے جس کے بانی شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی ہی تھے (قدس اللہ سرہ العزیز) اس تحریک کے نتیجہ میں خود شیخ الہند موصوف شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ مولانا وحید احمد صاحب مدنی، مولانا حکیم نصرت حسین صاحب قدس اللہ اسرارہم اور مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ العالی (تحریک شیخ الہندؒ کا آخری تابندہ چراغ۔ حال مقیم سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی "الحق") مالٹا میں چار سال تک اسیر رکھے گئے تھے۔ مفکر ملت مولانا عبید اللہ سندھی اور مجاہد جلیل مولانا محمد میاں منصور انصاری جلاوطن ہوئے۔ یہاں انہیں مولانا منصور انصاری کا ایک مقولہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مولانا موصوف کے خلف رشید مولانا حامد الانصاری غازی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ مولانا حامد الانصاری غازی تحریر فرماتے ہیں ـــ آپ کے محبوب مجاہد جلیل حضرت مولانا محمد میاں صاحب (منصور انصاریؒ) نے ایک بار فرمایا۔

> ولی اللّٰہیؒ نصب العین، قاسمیؒ مسلک، اور شیخ الہندؒ کے شاہراہِ عمل کو ماننے والوں کے لئے آرام کہاں؟ ہمیں انسان بنایا گیا ہے قبرستان نہیں بنایا گیا جو لوگ خود آرام کرنا چاہتے ہیں وہ دوسروں کو آرام نہیں پہنچا سکتے اور جو لوگ دوسروں کے آرام کو زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں خود آرام نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی مثال موجوں کی مانند ہے۔ موج حرکت میں ہے تو موج ہے حرکت نہ رہے تو موج کہاں؟

اتنا فرما کر جھوم جھوم کر یہ شعر رجز کے ساتھ پڑھتے تھے ـــ

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست
ما زندہ ازانیم کہ آرام ندارم

علم و فضل کی دنیا

گداز قلبی اور مُردہ دِلوں کی مسیحائی

از مولانا سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ

صفوان المازنی صفوان بن محرز جلیل القدر تابعی، عابد، اور باکی (رونے والا) کے نام سے مشہور ہیں۔ عبداللہ بن رباح فرماتے ہیں۔ کہ جب صفوان المازنی آیۃ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

کی تلاوت کرتے تو گریہ و بکا کا ایسا غلبہ ہو جاتا کہ مجھے ان کا سینہ پھٹ جانے اور پسلیاں ٹوٹ جانے کا خطرہ لاحق ہوتا۔ عیلان بن جریر کا کہنا ہے کہ جب ہم اپنے دلوں میں گداز اور رقت نہ پاتے تو شیخ کے پاس جاکر وعظ و نصیحت کرنے کی درخواست کرتے۔۔۔ صفوان مازنی ابھی آغاز خطبہ میں الحمد للہ بھی نہ کہنے پاتے کہ سارا مجمع رقت میں ڈوب جاتا اور غلبۂ خوفِ خداوندی کے مارے آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگتی کہ آنکھیں بھرے ہوئے مشکیزے معلوم ہوتیں ۔۔۔ مخلوق سے بے نیازی اور خالق سے ربط و تعلق نے مخلص اولیاء اللہ کی طرح صفوان مازنی کو بھی ظاہری رعب و ہیبت سے نوازا تھا بڑے بڑے اربابِ اقتدار اور اصحاب جاہ و منزلت ان کے سامنے کانپتے تھے۔

جعفر بن ثابت سے روایت ہے۔ کہ ابن زیاد نے ایک مرتبہ ان کا بھتیجا گرفتار کیا بڑے بڑے لوگوں نے ان کی رہائی وضمانت کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ صفوان نے رات کو خواب میں غیبی آواز سنی کہ اٹھئے اور خدا سے اپنی حاجت براری کیجئے۔۔۔ صفوان اُٹھے وضو کیا اور نماز کے بعد دعا میں مشغول ہو گئے۔ ادھر گورنر ابن زیاد نیند میں کانپ اُٹھے اور

آدھی رات میں صفوان کے بھتیجے کو جیل سے بلوایا۔ سپاہی اور چوکیدار شمع ہاتھ میں لئے جیل خانہ پہنچے اور صفوانؒ کے بھتیجے کو ابن زیاد کے پاس لے گئے جنہوں نے فوراً رہائی دی۔ یہاں سے وہ سیدھے گھر پہنچے اور صفوان مازنی کو سارا واقعہ سنایا کہ ابن زیاد کو خواب میں دھمکی ہوئی اور اس طرح مجھے بلا ضمانت رہائی مل گئی۔

حماد ابن ثابت راوی ہیں کہ صفوان کی ایک جھونپڑی تھی جس کا شہتیر ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے اس کی مرمت کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا:

دعوہ فانما اموت غدًا۔ اسے رہنے دیجئے میں خود کل مر رہا ہوں۔

اور واقعی دوسرے دن صفوان مازنی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ہمارے اسلاف میں سیدنا الامام الشیخ عبدالقادر الجیلانیؒ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہیں مردہ دلوں کی مسیحائی، رقت قلبی اور قوت تاثیر کی دولت سے نوازا گیا تھا۔ ان کے مناقب و محامد میں ان کا سریع الدمعہ ہونا بھی منقول ہے کہ عبرت و رقت کی بات سے جلد ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔ خود بھی روتے اوروں کو بھی رلاتے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ نے ان کی بڑی کرامت اسی وصف "مردہ دلوں کی مسیحائی" کو قرار دیا ہے۔ ان کی قوت تاثیر اور قلب کی توجہ سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی ملی۔ یہاں تک کہ ان کے انفاس قدسیہ کے تصرف و تاثیر سے مجلس میں یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور خود بقول حضرت شیخؒ پانچ ہزار سے زائد یہودی و عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ سے زائد فساق و فجار کو ایمان و طاعات کی زندگی نصیب ہوئی۔ زبان حق ترجمان سے اگر سادہ اور عام فہم الفاظ بھی نکلتے تو لوگ تڑپ کر رہ جاتے۔ غالباً حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک بار ان کے عالم و فاضل صاحبزادہ نے علم و فضل کی تکمیل کے بعد علوم و معارف سے لبریز تقریر کی۔ حاضرین پر کوئی خاص اثر نہ ہوا اور جب شیخ علیہ الرحمۃ نے خطبہ کے آغاز میں بطور واقعہ صرف یہی بات کہی کہ رات کو میں نے دودھ رکھا تھا جسے بلی نے آکر پی لیا۔ تو اتنی سی بات سے مجلس میں کہرام بپا ہوا۔

ابن جوزیؒ

چھٹی صدی کے امام ابن جوزیؒ کے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں کی کامیابی بھی اسی باطنی دولت اور قوت تاثیر کی رہین منت ہے ——————

بقول صاحب تاریخ دعوت و عزیمت ــــ " ان کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس نے سارے بغداد کو زیر و زبر کر رکھا تھا۔ ایک ایک لاکھ آدمی ایک ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، تاثیر کا یہ عالم کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے غلبہ حال میں گریبان پھاڑتے اور لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں ایک اندازہ کے مطابق بیس ہزار یہودی عیسائی ان کی مجالس و مواعظ کی تاثیر سے مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ــــ"

ان بزرگوں کے ہاں حرارتِ قلبی کی وہ طاقت تھی جس کے انفاس سے بڑے بڑے سورماؤں کے زنگ آلود دل پگھل جاتے ۔عہدِ سعادت کے ان بے تاج بادشاہوں کو فقر اور بے نیازی کی وہ دولت ملی تھی جس کا اندازہ بیسویں صدی کے مادیت زدہ دل و دماغ اپنی ایٹمی طاقت بدنی توانائی اور مشینی قوت سے نہیں لگا سکتے ۔ اس مادہ پرست اور معدہ نواز دور کی سب سے نایاب جنس یہی سوز و ساز ۔ رقت و گداز اور محبت پاکیزہ ہے ۔ اور بقول اقبالؒ اب تو یہ حالت ہے کہ ؎

دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے
وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

بقیہ اخبار و عبر منانے کی تیاری شروع کی ہے۔

تجدد پسند ترک لیڈروں نے تو بہت چاہا کہ اسلام اور اس کے تعلقات سے اپنا پیچھا چھڑالیں لیکن اسلام اور اسلامیات خود ہی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والے نہیں اور کسی فلسفی، مہندس، شاعر، مورخ و ادیب کی علمی یادگاروں کی تو خیر لیکن دینی شخصیتوں اور مذہبیات کی یادگاروں کے منانے میں تو یقیناً فخر ملت اور ہمارے سابق ہم وطن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بھی سعی و تحریک کو بڑا دخل ہوگا۔ اختیاری ہجرت کی سعادت صحیح معنوں میں جو انہیں حاصل ہوئی وہ نادراً ہی کسی کے نصیب میں آتی ہے۔ اس خوش نصیبی پر وہ اپنے ہمہ وقتی قلمی اور لسانی جہاد سے برابر اضافہ ہی کرتے رہتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔　　(صدق جدید ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی۔)

از افادات حضرت جامع الشریعت والطریقت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ العزیز

ذیل میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر دی جا رہی ہے جو انہوں نے ۵ دسمبر ۱۹۶۰ء کو جامع مسجد نوشہرہ میں ارشاد فرمائی تھی اور جسے مولانا احمد سعید الرحمٰن صدیقی فاضل حقانیہ و ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین نوشہرہ نے مرتب کیا۔　　(ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ــــ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (سورہ انعام ع ۷)

اس سے قبل سپاسنامے پیش کئے گئے جو پروگرام میں نہیں تھے۔ اور نہ ہی مجھے علم تھا۔ یہاں کے حضرات نے اپنی خواہش پوری کی۔ مجھے تو ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ انہیں برکت عطا فرمائے۔ اپنی رضا پر چلائے اور دنیا سے ایمان کے ساتھ اٹھائے ــــ آمین۔ ثم آمین۔

ان آیات تلاوت شدہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد و زن کا نصب العین حیات بیان فرمایا ہے۔ یہ نصب العین حیات بالفاظ دیگر مقصد زندگی ہے۔ آجکل معاملہ اُلٹ ہے۔ یعنی لوگ مطلوب کو غیر مطلوب اور غیر مطلوب کو مطلوب بنا بیٹھے ہیں۔ روٹی کے لئے سب سرگرداں ہیں۔ حالانکہ وہ ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے ــــــــ ارشاد

ہوتا ہے:

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ	اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں۔ مگر اسکی
رِزْقُهَا۔ (پ ۱۲ - رکوع ۱)	روزی اللہ پر ہے۔

یعنی سب کے سب متحرک حیوانات کی روزی کا ذمہ خدا نے خود لیا ہے۔ اور لوگ خدا کے ٹھیکے میں خواہ مخواہ دخل اندازی کر رہے ہیں۔ یہی غلطی دوسری قوموں میں تو ہے۔ اب خود مسلمانوں میں بھی آگئی ہے۔ میں لاہور میں خطبۂ جمعہ میں دعوی سے کہا کرتا ہوں۔ کہ مرد مسجد کے مردانہ حصے میں اور مستورات زنانہ حصہ میں بیٹھ جائیں، میں بھی ساتھ بیٹھ جاؤں گا اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہیں گے۔ میں تمہیں سونے نہیں دوں گا، رات کو بھی اٹھا کر ذکر کراؤں گا۔ اور تم بس صرف ذکر اللہ میں مصروف رہو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اِلَّا اللّٰہ، اللّٰہ ھو، و دیگر وظائف ماثورہ۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کچھ دیر کے لئے آزمائیں، تاکہ کھرے کھوٹے میں تمیز ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ آزمائیں گے تو پھر دیکھنا پلاؤ، زردے کی دیگیں خود بخود آئیں گی۔ اصحاب کہف کی طرح اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا۔ دنیا میں یہ بات پھیل جائے گی کہ فلاں جگہ اصحاب کہف بیٹھے ہوئے ہیں ——

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ	اور جو کوئی توکل کرے اللہ تعالیٰ پہ پس
حَسْبُهٗ۔ الآیۃ	وہ اس کے لئے کافی ہے۔

یہ ہے قرآن کا بیان اور ہر مسلمان کا ہے اس پر ایمان۔ پھر افسوس کہ مسلمانوں نے قلب موضوع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے:

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا	میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے۔ تو
لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ	صرف اپنی بندگی کیلئے میں ان سے کوئی روزی
مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ	نہیں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

الآیۃ

اب سب لوگ روٹی، روٹی، روٹی پکارتے ہیں، روٹی کے لئے سرگرداں اور خدا کی یاد سے غافل۔ تم میری باتوں کو مانو یا نہ مانو جب میں لاہور سے آیا ہوں تو آپ پر اتمام حجت ہوا، یہ کچھ وعظ نہیں ہے۔ اب آپ کو سننا پڑے گا۔ تم مانو یا نہ مانو قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکو گے رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ ۝ کہ اے اللہ ہمیں کسی نے ڈرایا نہیں تھا۔ پھر نہیں کہہ

سکو گے کہ اے اللہ تیرا کوئی بندہ آیا نہیں تھا ـــــ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں یہ نہ کہہ سکو گے کہ یا رسول اللہ آپ کے دروازے کا کوئی غلام آیا نہیں تھا۔ یا تو تم مجھے بلاتے نہ اور بلایا ہے تو سننا پڑے گا۔ اگر خدا پر ایمان ہے۔ اور قرآن مجید سچا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے رزق کا وعدہ فرمایا ـــــ کُلُّ مَا یَدُبُّ عَلَی الْاَرْضِ فَرِزْقُہٗ عَلَی اللّٰہِ تعالیٰ۔

حضرات علماء کرام تشریف فرما ہیں۔ پوچھو کہ میں سچ کہتا ہوں کہ نہیں۔ نصب العین حیات خدا نے عبادت مقرر کی ہے۔ سوائے عبادت کے کوئی کام سپرد ہی نہیں کیا ـــــ مسلمان تو پڑھے قرآن اور کرے مخالفت قرآن ـــــ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ الآیۃ جو چیز جہاں میں زندہ ہے۔ ہر زندہ چیز کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔ اے انسان جتنا خدا نے تجھے اعلیٰ پیدا کیا تھا۔ اتنا ہی تو ذلیل ہو گیا۔ معاف کیجئے میں نے گدھوں اور گھوڑوں کو متوکل علی اللہ دیکھا ہے۔ مگر انسانوں میں بہت کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○

مَا اور اِلَّا کلمات حصر ہیں۔ اسی طرح وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ میں بھی کلمہ حصر ہے۔ رزق کا خدا ٹھیکیدار اور عبادت کے تم ذمہ دار ہو۔ یاد رکھو میں جرأت سے کہتا ہوں۔ گدھا ڈبل ڈیوٹی دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ	اور ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ مگر تم
وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔	نہیں سمجھتے۔

اِلَّا جن کو خدا تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے وہ سمجھتے ہیں۔ مگر عام طور پر نہیں سمجھتے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے۔ مگر تم نہیں سمجھتے یہ باطنی معرفت اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے۔ گدھا مالک حقیقی خداوند تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے مالک مجازی انسان کا بوجھ اٹھائے جا رہا ہے۔ ڈنڈے کھائے جا رہا ہے۔ میں نے یہ چیز علوم ظاہری کے علماء کرام کے پاس بارہ برس اور باطن کے صوفیائے عظام کی صحبت میں چالیس سال رہ کر سیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ بالکل سچ فرماتے ہیں۔ گدھا ڈبل ڈیوٹی دیتا ہے۔ گھوڑا چار سواریاں یا پانچواں کوچوان چھٹا تانگے کو کھینچتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا ذکر و تسبیح بھی کرتا جا رہا ہے۔ یہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں اور دکھا سکتا ہوں۔ مگر اتنی لمبی صحبت کسے نصیب ہو۔ الغرض درخت، پتھر، گدھے جانور تسبیح کرتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ گدھا، گھوڑا تم سے اچھا ہی ہوا نا ـــــ اب تو یہاں نماز نہیں ہے

تو اور کیا ــــــ ؟ آئے تھے دنیا میں خدا کی یاد کے لئے لگے روٹی کھانے اور کمانے۔ تم خدا کی یاد میں بیٹھ جاؤ، تین چار فاقے ضرور آئیں گے تاکہ کھرے اور کھوٹے معلوم ہو جائیں۔ پھر دعوتیں آئیں گی۔ لوگ کہیں گے۔ اصحاب کہف ہیں۔ قرآن واجب الاذعان میرا اور آپ کا ہے اس پر ایمان۔ ہمارا مقصد حیات عبادت خداوندی ہے۔ کمانا نہیں۔ اب کتنے انسان ہیں جن میں مقصد حیات انسانیہ ہے ــــــ ؎

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

جس کے لئے خدا نے پیدا کیا تھا۔ اس سے کوسوں دور۔ اور روٹی کے لئے شب و روز دوڑ دھوپ، نمازیں قضا کریں، روزے نہ رکھیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا اعلان یہی ہے۔ کہ انسان کی تخلیق فقط عبادت الٰہی کے لئے ہے تو ہم کیوں اس کے منشا کی تعمیل نہ کریں۔ رزق کا دینا خدا کے ذمہ ہے۔

ایک خدا کے بندے نے فارسی میں کہا ہے ــــــ ؎

خدا خود میر ساماں ست ارباب توکل را

سب سے بڑی خرابی یہی ہے۔ کہ رزق کی تلاش میں سرگرداں اور اللہ کی یاد سے غافل۔ یہی بہت بڑا جرم ہے۔ جب خداتعالیٰ پر ایمان ہے تو اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ پر کیوں نہیں۔ کبھی تو یہ سودا خدا سے کر کے ہی دیکھو۔ ورنہ مقدمہ تو بنا بنایا ہے۔ خداتعالیٰ فرمائے گا میں نے جو رزق کا ٹھیکہ لیا تھا۔ تم کیوں اتنے سرگرداں ہوئے۔ کہ میری یاد بھی بھلا دی۔ کیا قرآن نہیں تھا۔ علماء کرام نے نہیں کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ الآیۃ تو کہہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے لئے ہے۔ میری نماز، میری زندگی، میری موت، میری عبادت سب کچھ صرف اللہ کی راہ میں قربان ہے۔ ان کاموں میں خدا کے سوا کوئی میرا مقصود بالذات نہیں اسی کا نام ہے اسلام۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ مسلمان کہتے ہیں اسی کو ــــــ معلوم ہوا اسلام اسی کا نام ہے۔ خداتعالیٰ خود فرماتے ہیں :

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الخ (سورۃ الاحزاب ع ۱۹)	البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔

آپؐ ہمارے لئے نمونہ ان سب کاموں میں ہیں۔ ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ یہی باتیں آپ سے کہوں وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ ــــــ مسلم کے معنی ماننے والا یا انکار کرنے والا؟

آپ سب سے پوچھتا ہوں ـــــ بہرتقدیر ہر مسلمان کا یہی زاویہ نگاہ اور نصب العین ہونا چاہیے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ عزّ وجلّ کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے ـــــ سب انبیاء علیہم السلام یہی کہتے تھے:

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ	اور میں اس تبلیغ پر تم سے اجرت طلب
اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الشعراء ع ۱۱)	نہیں کرتا میری مزدوری تو اللہ پر ہے جو سارے
	جہانوں کا پروردگار ہے۔

اے دنیا دارو! تم کھاتے ہو رزق اللہ کا مِنْ حَیْثُ یَحْتَسِبُ، اور اللہ والے کھاتے ہیں مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ	اور جو کوئی اللہ سے ڈرے وہ اس کیلئے
یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ	راستہ نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق ایسی
(طلاق ع ۱۷)	جگہ سے دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

تم دوکان کا حساب آمدنی وغیرہ لگا کر کھاتے ہو۔ اور اللہ والے مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کھاتے ہیں ـــــ ؎

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

میں یہ سمجھا رہا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کیا تھا۔ اور آپ کیا کر رہے ہیں۔ آجکل جتنے عقلاء ہیں۔ خدا کی رحمت سے دور ہیں۔ یہ کوتاہ دماغ اتنی بات نہیں سمجھتے۔ باقی ہر بات سمجھتے ہیں۔ پرندے سارے توکل سے کھاتے ہیں۔ بلّی کتّے کو دیکھا ہے خدا تعالیٰ نے دیا کھا لیا نہ دیا نہ کھایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں انسان بنائے۔ انسان وہ ہے کہ انسانیت کا معنیٰ اس میں پایا جائے۔ مقصدِ انسانیت پورا کرے تو انسان ہے۔ نہ کرے تو انسان نہیں۔ خدا پر اعتماد نہیں۔ ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔ ایسے لوگ گدھے سے بدتر ہیں۔ بہت سی چیزیں تم کھاتے ہو جو حرام ہوتی ہیں۔ باطنی بینائی سے پہچانی جاتی ہیں۔ چالیس سال میری طرح بیٹھ جاؤ معلوم ہوگا۔ جب انسان کی اکثر غذا حرام ہو تو کیا مسلمان رہ سکتا ہے۔؟ ـــــ یہ احتیاط اور معرفت درسِ نظامی کی کتابوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ ذکر و فکر سے ہوتی ہے۔ اب میں بتلا سکتا ہوں کہ فلاں چیز حلال ہے یا حرام۔ یہ چیز میں نے اہل اللہ کے ہاں سیکھی ہے۔ میں نے درسِ نظامی پورا پڑھا ہے۔ اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے رسالے سارے پڑھ چکا ہوں۔ ان سے بھی

باطنی معرفت حاصل نہیں ہوتی صحبتِ اولیاء سے حاصل ہوتی ہے۔ اب جس نے ساری زندگی اور ہر لمحہ کو خدا کی یاد میں وقف نہ کیا۔ تو وہ کامل مسلمان نہیں۔ یہ چیز مسلمان کامل ہونے کی شرط ہے۔ مجھے جب خدا نے سمجھایا اور نہ کہوں تو کتمانِ حق ہو جائے گا۔ ہم مجرم بنیں گے۔ کتمانِ حق سے بچنے کے لئے کھری کھری باتیں کہہ رہا ہوں ـــــــ ع

آں راکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

اِنَّ صَلٰوتِیْ الخ الآیۃ ـــــ اِنَّ تاکید جملہ کے لئے ہے۔ جس انسان کا نصب العین یہ آیت ہو اُسے کوئی فکر و باک نہیں۔ اوّل خدا اس کے بعد اور ـــــ اوّل خدا کا یہ فرمان پھر سارا جہان، جو چیز اس مقصدِ حیات سے ٹکرائے اُسے ٹھکرا دیا جائے اور جو بنھ سکے اسے لے لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس پہ عمل کی توفیق دے۔ اگر اصل مسلمان بننا ہے۔ اور قیامت کے دن نجات پانا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیجئے۔ کیونکہ رسول اللہ اصلی مسلمان تھے۔ صحبتِ صوفیاءِ کرام سے قال حال بن جاتا ہے۔ اور روحانی کمالات کی طرح یہ توکّل بھی شیخ کی صحبت اور اولیاء کی رفاقت میں حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس طریقہ پہ لائے اور اپنی مرضی پہ چلائے ـــــ آمین

رزق کا ذمہ دار خدا کو بنائیں۔ اور خود دین کے لئے ہوں۔ اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں جو لنگر چلتا ہے۔ اس کے لئے آیا تو سب نے کھایا کھلایا، نہ آیا تو خاموش ہو کر عبادت کرتے رہے۔ میں نے اپنے دونوں شیوخ حضرات کے ہاں یہی دیکھا ہے ـــــ شجرہ یہاں موجود ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن لایا ہے۔ اس سے آپ لیں اور دیکھیں۔ میرا تعلق دو بزرگوں سے ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ سب اعلیٰ درجے کے متوکل اور ولی اللہ تھے۔

اب میں بس کرتا ہوں۔ زیادہ وقت آپ کا نہیں لیتا۔ دن کے تھکے ماندے ہوں گے اور سعادتِ دارین کی دعا کرتا ہوں ـــــ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہٖ

واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اخبار و عبر

ولکم فی القصاص حیوۃ

تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے

اخبارات میں یہ خبر آپ کی نظر سے گذری ہوگی ـــــ پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر کارنیلیس نے تجویز پیش کی ہے کہ مجرموں کو اسلامی قوانین کے تحت سزائیں دی جائیں انہوں نے کہا کہ اس طرح جرائم کا انسداد بڑی خوبی سے کیا جا سکتا ہے۔ سڈنی میں قانون دانوں کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سعودی عرب میں ان سزاؤں پہ عمل کیا جاتا ہے۔ اور وہاں معاشرہ پہ اس طریق کار کا بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ مسٹر جسٹس کارنیلیس نے کہا کہ مجرموں کو جیل نہ بھیجا جائے بلکہ عارضی طور پہ اس طرح ناکارہ بنا دیا جائے کہ وہ جرم کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ انہوں نے کہا آج میڈیکل سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے۔ کہ کسی آدمی کو جسمانی طور پہ ناکارہ کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں کاٹنا ضروری نہیں رہا اور سائنس کی بدولت معمولی سرجری سے ہاتھ پاؤں بے کار کیا جا سکتا ہے۔

اس کانفرنس میں دولت مشترکہ کے ملکوں کے ایک سو پچاس نمائندے شرکت کر رہے ہیں۔ مسٹر جسٹس کارنیلیس نے سوال کیا کہ کیا اس نظریہ میں عوامی ضمیر کے لئے کوئی سنگین صدمہ مضمر ہے۔ کہ مجرموں کو ان کی مجرمانہ حرکات کے بدلہ میں جسمانی اعتبار سے مستقل یا عارضی طور پہ ناکارہ کر دیا جائے ـــــ۔۔ (روزنامہ مشرق لاہور)

بار بار شرعی حدود و تعزیرات کیطرف غیر تو غیر اپنے متجددین اور مغربیت زدہ حضرات کی انگلیاں اٹھتی رہتی ہیں۔ حیوانیت اور بہیمیت میں ڈوبے ہوئے مغرب نے شرعی حدود کو وحشت اور بربریت قرار دینے کے لئے اتنا شور مچایا کہ بزعم خود بعض داعیانِ اقامتِ دین تک اقامت حدود (قطع ید۔ رجم وغیرہ) کو ظلم قرار دینے لگے۔

(معاذ اللہ) مگر کائنات کے اس خالق اور مقنن اعظم کی بات جوں کی توں رہی جس کی ذات تمام حکمتوں اور دانائیوں کا سرچشمہ اور جس کا علم اور احاطہ لامحدود ہے۔ کہ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ قرآنی حدود کی ضرورت اور افادیت کی یہ تائید اور یہ دعوت کسی مولوی کیطرف سے نہیں دی جارہی بلکہ ملک کے سب سے بڑے قانون دان اور جرم و سزا کی دنیا کا طویل تجربہ اور مشاہدہ کرنے والے چیف جسٹس اور مغربی تہذیب کے سرد و گرم چشیدہ عیسائی کارنیلیس کی طرف سے ہے ــــــ اور حق کی یہ اذان کسی منبر و محراب خانقاہ یا مدرسہ میں نہیں بلکہ یورپ کے ایک سو پچاس قانون دانوں کی مجلس میں دی گئی ہے۔ غیروں سے مرعوب ہوکر اسلام اور اسلامی احکام کی مدافعت میں تاویلانہ بلکہ تحریفانہ رویہ اختیار کرنے والوں کیلئے اس میں نصیحت ہے۔ اور خدائی قوانین کی غیر فانی افادیت اور ابدیت کی کھلی دلیل ہے ؎

مدّت سے فلسفی کی چنیں و چناں رہی ــ لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہاں رہی

(سمیع)

ایک نیا فرقہ اباحیہ

مجلس فکر اسلامی میں پروفیسر شریف کی تقریر سے پہلے مسٹر اے ڈی اظہر نے مجلس فکر اسلامی کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ چونکہ اسلام نے قرآن کی تشریح و تعبیر کا حق کسی خاص طبقہ کے لئے محدود نہیں کیا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر غور کرے اور نئے حالات کے مطابق ان کی تشریح کرے۔

اس کلیہ کے ماتحت گویا ایک نیا فرقہ اباحیہ پھر سے وجود میں آگیا ہے۔ سنتے ہیں کسی زمانے میں بعض منچلوں نے اپنی طبیعت کی اُپج سے ایک فرقہ اباحیہ کو جنم دیا تھا۔ اس کے لوگ قرآنی الفاظ کے تقدس کے تو قائل تھے۔ لیکن ہر لفظ کی جو تشریح و تفسیر چاہتے بے دھڑک کر ڈالتے۔ مثلاً کہتے تھے۔ کہ خمر بیشک حرام ہے۔ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی شراب ہے۔ جسے آج لوگ پیتے ہیں۔ یا مثلاً میسر حرام ہے۔ لیکن کیا معلوم کہ اس سے مراد یہی جوئے کی بازیاں ہیں جو آج کل لگائی جاتی ہیں۔ اس طرح شریعت اسلامی کے سارے احکام مسخ کرکے

انہوں نے اپنے لئے ایک نئی شریعت ایجاد کر لی تھی۔

ہر مسلمان کو علی الاعلان اور بلا قید تفسیر و تعبیر قرآن کا یہ حق دے دینے کا اس کے سوا آخر اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔

فلسفہ سائنس، تاریخ، ادب، زبان کے ہر شعبہ میں ماہر بننے کے لئے سالہا سال کی مشق و ریاضت کی ضرورت ہے۔ لیکن قرآنیات پر رائے زنی کے لئے ہر کس و ناکس آزاد ـــــــ.. (صدق لکھنؤ)

انقرہ سے ایک آواز

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی ثم فرانسادی کا مکتوب گرامی مورخہ ۲ر ذی الحجہ)

میں انقرہ آیا ہوا ہوں یہاں مشہور حنفی فقیہ امام سرخسی کی ۴۸۳ ھ میں وفات پر نو سو سال گذرنے کی یادگار منائی جا رہی ہے۔ اور بین الاقوامی اجتماع ہے یاد ہوگا کہ امام سرخسی کو حکمران وقت نے کسی وجہ سے قید کر دیا تھا جہاں وہ سالہا سال (شاید پندرہ سال) صابر و شاکر رہے اور قید میں بھی طلباء کو درس و املا کراتے رہے۔ زمانۂ قید کے اس املاء کی یادگار :-

کتاب المبسوط	۳۰ جلد	قریباً سات ہزار بڑی تقطیع کے صفحے
شرح السیر الکبیر	۴ جلد	ڈیڑھ ہزار صفحے
اصول الفقہ	۲ جلد	ایک ہزار صفحے

اور شرح زیادات الزیادات ہیں اور چھپ چکی ہیں۔ اس زمانے کی کئی اور کتابیں تھیں جو اب ناپید ہو گئی ہیں۔ اس تقریب پر ایک نمائش بھی کی جا رہی ہے جس میں صرف سرخسی کے مخطوطات جمع کئے گئے ہیں جو ایک سو کے قریب ہیں۔ قدیم ترین مخطوطہ چھٹی صدی کا ہے۔ گذشتہ سال بھی ایک تقریب ہوئی تھی اور استنبول میں ابو حنیفہ دینوری کی یاد میں جو مشہور نباتاتی گذرا ہے اسکی وفات پر گیارہ سو سال گذر رہے تھے اس کے سلسلے میں بھی کتب نباتات کی ایک نمائش کی گئی تھی کئی درجن با تصویر قلمی کتابیں بھی اس میں دیکھنے میں آئی تھیں جن میں قدیم اسلامی مصوروں کی بنائی ہوئی نباتاتی رنگین تصویریں تھیں۔ چار سال بعد اولین نزول وحی پر چودہ سو سال گذر رہے ہیں۔ ترک بھائیوں نے اس کو بھی موزوں طور پر

باقی صفحہ ۴۳ پر

احوال وکوائف

دارالعلوم حقانیہ

حضرت مہتمم صاحب کا سفر کراچی مورخہ ۲۵-۲۶ اگست کو کراچی میں پاکستان کے ممتاز اور مشاہیر علماء کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم نے بھی اس میں شمولیت فرمائی۔ ۲۴ر اگست کو آپ کراچی پہنچے۔ ۲۵-۲۶ر اگست کو میٹنگ میں شمولیت فرمائی۔ ۲۷ر اگست بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی خواہش پر جامع مسجد نیو ٹاؤن میں خطاب فرمایا۔ ۲۹ر اگست کو آپ بخیر وعافیت دارالعلوم واپس پہنچے ——— اس میٹنگ میں ایک تنظیم بنانے کا فیصلہ ہوا۔ جو مختلف مکاتب فکر کے علماء کو منظم کرے گی۔ تاکہ اسلامی تعلیمات کی تشہیر کے لئے پوری طرح جدوجہد اور ان غیر اسلامی اور یورپی اثرات کا خاتمہ کیا جا سکے جو معاشرے میں سرایت کر گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کے ان متجددین کی محرفانہ اور لادینی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کرے گی جو اسلامی تحقیق و ریسرچ کے نام پر اسلام کے قطعی اور واجب التسلیم مسائل کی تعبیر و تشریح اور من مانی تاویلات و تعبیرات سے مسلمانوں کی دینی اقدار سے گمراہی اور ملت کے انتشار کے ذریعہ بن رہے ہیں۔ اس تنظیم کا نام مجلس دعوت و اصلاح ہوگا۔ یہ خالص اصلاحی علمی اور تبلیغی تنظیم ہوگی جس کے صدر مولانا مفتی محمد شفیع اور ناظم مولانا یوسف بنوری مقرر ہوئے۔ اور سات افراد پر ایک مجلس عاملہ مقرر کی گئی ہے۔ جس میں صدر و ناظم مجلس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بھی شامل ہیں۔

دیگر مصروفیات ۳۱ر اگست کی رات کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے مدرسہ حنفیہ عثمانیہ (محلہ ورکشاپی) راولپنڈی کے سالانہ

جلسہ دستار بندی کی صدارت فرمائی۔ یکم ستمبر کی رات کو نوشہرہ کے جلسۂ سیرت میں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کے خطاب کے بعد آپ نے جہاد پر مختصر خطاب فرمایا اور مجاہدین کشمیر و افواج پاکستان کی کامیابی کے لئے دعا کی ــــــ ۴ ستمبر کو بعد از نماز عشاء جامع مسجد اکوڑہ خٹک میں جہاد کشمیر کے بارہ میں ٹاؤن کمیٹی کے زیر اہتمام ایک عظیم جلسہ زیر صدارت حضرت شیخ الحدیث صاحب منعقد ہوا جس میں انہوں نے اپنی مختصر تقریر میں مسئلہ جہاد کی اہمیت اور ضرورت پر مدلل تقریر کی جلسہ میں پاکستانی افواج اور مجاہدین کے ساتھ ہر قسم مالی اور جانی امداد کی پیشکش کی گئی۔ مجاہد فورس کے لئے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے بڑھ چڑھ کر اپنا نام پیش کیا اور جہاد فنڈ میں مالی امداد دینے میں بھی طلبہ نے بڑے جوش خروش کا مظاہرہ کیا ــــــ ...

واردین و صادرین

مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کی آمد

یکم ستمبر مطابق ۴ رجادی الاولیٰ کو حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہ کی دارالعلوم میں آمد ہوئی۔ دارالعلوم سے باہر حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اساتذہ و اراکین مدرسہ اور طلبہ نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم کے دارالحدیث میں ایک مختصر استقبالیہ تقریب میں ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا ــــ حضرت مولانا تھانوی نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دارالتدریس، دفتر، کتب خانہ، دارالاقامہ، جامع مسجد، مطبخ وغیرہ کا معائنہ فرما کر از حد مسرت کا اظہار فرمایا۔ سپاسنامہ کے جواب میں حضرت مولانا نے حسب ذیل مختصر تقریر ارشاد فرمائی :

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ محترم بزرگو اور میرے عزیز بھائیو طلبۂ علم دین !

دارالعلوم حقانیہ ایک طویل عرصہ سے پاکستان کے مختلف حصوں میں خاص طور سے صوبہ سرحد اور افغانستان و قبائل میں جو دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے آنے والا وقت ہم سے زیادہ اس کی قدر کرے گا۔ اور انشاء اللہ تاریخ میں اس کے کارناموں کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ جبکہ اس کی تاسیس اور بنیادی مرحلہ تھا تو میں حاضر

ہوا تھا۔ اب بھی جب کبھی اس علاقہ کے احباب سے ملاقات ہوتی ہے۔ تو حالات دریافت کرتا اور سلام و دعا بھیجتا رہتا ہوں۔ ایسی حالت ہوتی ہے۔ جیسے کوئی محبوب سے گزر ہوتا ہے ۔

صبا پیام رسانید ـــــ الخ

اب میں دوبارہ ایسے وقت میں آیا ہوں۔ کہ دارالعلوم حقانیہ عروج پر ہے۔ اور اس کا ہر شعبہ ترقی پر ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گذار ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے زیادہ ترقیات سے نوازے۔

سپاسنامہ میں کچھ باتیں میرے بارہ میں کہی گئی ہیں۔ بات یہ ہے کہ بزرگ جب اٹھ جاتے ہیں تو چھوٹوں کے ساتھ لوگ بڑوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ ہم خود چھوٹے ہیں۔ مگر بزرگوں کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نسبت تا دیر قائم و دائم رکھے۔ وہ اکابر اور بزرگ جن کے ناموں پر اور جن کی نسبت سے یہ درسگاہیں قائم ہیں۔ صرف ہندوستان و پاکستان نہیں بلکہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کی یادگاریں اور فیض نہ پائے جاتے ہوں۔ میں جب ۱۹۵۶ء میں چین گیا۔ تو وہاں ایک عالم سے ملاقات ہوئی جن کا نام محمد یوسف الحجرانی تھا۔ ان سے جب تعارف میں پاکستان کا ذکر کیا گیا تو وہ بے چارے پاکستان کے لفظ سے ناآشنا تھے۔ انہوں نے کہا کہ دہلی سے آئے ہو؟ پھر انہوں نے دیوبند کا ذکر کیا۔ میں نے حیرانی سے دیوبند کے بارہ میں ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم دیوبند کو نہ صرف پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہاں ہمارے علاقہ میں جتنے علماء و فضلاء ہیں۔ وہ سب دیوبند ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آئے کہ یا اللہ ہمارے اکابر کا فیض کہاں کہاں پہنچا۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں انہوں نے علم پھیلایا۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم ۔۔۔ فبقیت فی خلف کجلد اجرب

ہمارے اکابر کی کامیابی کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان میں اتنا زہد اور تقویٰ تھا کہ لوگ سمجھتے کہ صحابہؓ جیسے ہیں۔ گویا ان کی ذات دین کی نشانی تھی۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے باطل سے کبھی مفاہمت نہ کی بلکہ دلیر بن کر سینہ سپر ہوئے ـــــ آج اس وقت یہ چیزیں ہم میں مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔ اس وقت بھی تمام فرقے موجود

تھے۔ مگر لوگ بلا امتیاز ان کو بزرگ اور روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔ آج ان ہی بزرگوں کے نام پر ہم زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر ان اکابر سے وابستہ رکھے۔ اور ان کی روح ہمارے اعمال میں کارفرما ہو۔ میں آخر میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری یہ عزت افزائی کی جس کا میں لائق نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ترقیات سے نوازے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات

یکم جمادی الثانی کو دارالعلوم کے ششماہی امتحانات شروع ہوئے اور تقریباً ایک ہفتہ تک تحریری و تقریری امتحانات کا سلسلہ جاری رہا۔ طلبہ نے حسب روایات دارالعلوم بڑے پیمانہ پر دن رات ایک کر کے امتحانات کی تیاری کی امتحان کے قریبی ایام میں تو دن رات دارالعلوم کی درسگاہیں طلبہ کے تکرار و مذاکرات سے گونجتی رہیں۔ ناظم امتحانات کے فرائض مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی مدرس دارالعلوم نے باحسن وخوبی انجام دئے اور دیگر اساتذہ نے پورے اخلاص اور شفقت سے نگرانی اور نظم ونسق میں ان کا ہاتھ بٹایا۔

(سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام)